عید کی نماز کے بعد خطبہ

وَ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کَانَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ اَبُوْبَکْرٍ وَ عُمَرُ یُصَلُّوْنَ الْعِیْدَیْنِ قَبْلَ الْخُطْبَۃِ ۔ متفق علیہ

''ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر رضی اللہ عنہ اور عمر رضی اللہ عنہ دونوں عیدوں کی نماز خطبہ سے پہلے پڑھتے تھے۔'' [متفق علیہ]

توبہ

اللہ تعالیٰ کو بندے کی توبہ سے کس قدر خوشی ہوتی ہے اس کا اندازہ اس حدیث مبارک سے لگایئے۔
خادمِ رسول اللہ ﷺ سیدنا ابوحمزہ انس بن مالک الانصاری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
''اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندے کی توبہ سے اتنا خوش ہوتا ہے جیسا کہ وہ سوار جس کی سواری مع کھانے پانی کے کسی چٹیل میدان میں کھو جائے اور وہ مایوس ہو کر ایک درخت کے نیچے سو جائے، جب آنکھ کھلے تو دیکھے کہ وہ سواری کھڑی ہے پس وہ سوار لگام پکڑ کے خوشی کی شدت میں یوں کہنے لگے اے اللہ! تو میرا بندہ اور میں تیرا ربّ ہوں اور یہ غلطی انتہائی مسرت میں اس سے صادر ہوئی (اصل میں اسے کہنا تھا کہ اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں اور تو میرا ربّ ہے۔)'' [بخاری، کتاب الدعوات، باب التوبة ......]

اسلام نے یہ خوشخبری دی ہے کہ جب کوئی انسان بری راہ کو چھوڑ نیک راہ اختیار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی گزشتہ برائیوں کو بھی نیکیوں میں بدل ڈالتا ہے۔

﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ [هود: ١١/ ١١٤]
''بلاشبہ نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔''

دن رات میں پانچ بار نماز قائم کرنا مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا انعام ہے نمازوں کے درمیانی وقفوں میں جو بھول چوک اور چھوٹی موٹی غلطیاں سرزد ہو جاتی ہیں وہ خشوع و خضوع کے ساتھ نماز ادا کرنے سے دھلتی رہتی ہیں، مگر یہ خیال رہے کہ حقوق العباد (بندوں کے باہمی حقوق) اسی وقت معاف ہوتے ہیں جب وہ خود ایک دوسرے کو معاف کر دیں۔ مثلاً اگر کسی کا مال دبایا ہوا ہے یا کسی کو برا بھلا کہا ہے تو جب تک مذکورہ اشخاص سے معذرت خواہ نہ ہو جائے اور ان سے تصفیہ نہ کیا جائے تب تک معافی نہ ہو گی اور روزِ جزا ان کا حساب کتاب بے باق کرنا ہو گا۔

توبہ اور استغفار دو لفظ ہیں، توبہ کا مفہوم کسی شخص کا اپنے گناہوں پر نادم و شرمسار ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا جب کہ استغفار کا مطلب مالک سے اس کی بخشش و مغفرت کا طلب گار ہونا ہے۔

ان نیک بندوں میں بہت سی خوبیاں ہونے کے باوجود وہ اپنی نیکیوں پر اتراتے اور پھولتے نہیں ہیں بلکہ استغفار کو اپنا شیوہ بناتے ہیں اور استغفار کا بہترین وقت رات کا آخری حصہ ہے۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جب آدھی یا ایک تہائی رات گزر جاتی ہے تو آسمانِ دنیا پر نزول فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ کون مجھ سے دعا کرتا ہے کہ میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون مجھ سے مانگتا ہے کہ میں اسے عطا کروں؟ کون مجھ سے گناہوں کی معافی چاہتا ہے کہ میں اس کے گناہ کو بخش دوں؟ [بخاری، کتاب التهجد، باب الدعاء والصلاة من آخر الليل]

فہرست

پکار کو قبول کرنے والا

﴿ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ﴾

[البقرة:١٨٦]

''جب میرے بندے میرے بارے میں آپ سے سوال کریں تو آپ ﷺ کہہ دیں کہ میں بہت ہی قریب ہوں ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے قبول کرتا ہوں۔''

مدد صرف اللہ تعالیٰ سے

رسول اللہ ﷺ نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

《 اِذَا سَاَلْتَ فَسْاَلِ اللّٰهَ وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ 》 [ترمذی: ٢٥١٦]

''جب تم سوال کرو تو اللہ تعالیٰ سے سوال کرو اور جب مدد مانگو تو بھی اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگو۔''

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب صبح کی نماز سے سلام پھیرتے تو یہ دعا پڑھتے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا وَرِزْقًا طَیِّبًا وَعَمَلًا مُّتَقَبَّلًا ۔ [ابن ماجه: ٩٢٥]

''اے اللہ! بے شک میں تجھ سے نفع دینے والا علم مانگتا ہوں اور پاکیزہ رزق اور ایسا عمل مانگتا ہوں جو مقبول ہونے والا ہو۔''

ہائے میرا مال

اداریہ ملک عصمت اللہ

پاکستان بحرانوں کی آماجگاہ بنا ہوا ہے کہیں تیل اور بجلی کا بحران ہے تو کہیں آٹے اور چینی کا۔ بلکہ آج تو، ہر مرض کی دوا، جمہوری حکومت کے وزیراعظم نے قوم کو پانی بجلی اور گیس کے بحرانوں کے لیے بھی تیار رہنے کے لیے بھی کہہ دیا ہے۔

رمضان المبارک کے مقدس مہینے کا آغاز ہوا چاہتا تھا کہ اشیائے خورد ونوش کی قیمتیں آسمان سے باتیں کرنے لگیں اور ساتھ ہی چینی بحران کا سانپ بھی پٹاری سے نکل آیا۔ رمضان المبارک تو اپنے اختتام کی طرف بڑھ رہا ہے لیکن چینی بحران کے خاتمے کا دور دور تک آثار نظر نہیں آتے۔ اس بحران کی بنیادی وجوہات کو شمار کرنے لگیں تو ایک طویل فہرست مرتب ہو جائے گی تاہم ان میں سے چند اہم اسباب کی طرف اشارہ کرنا مناسب ہوگا۔

پاکستان میں چینی کی کھپت ۴۰ لاکھ ٹن سالانہ ہے جب کہ اس کے مقابلے میں اس کی سالانہ پیداوار ۷۰ لاکھ ٹن ہے۔ اصولاً ہونا تو یہ چاہیے کہ ملکی ضروریات پورا کرنے کے بعد فاضل چینی برآمد کر کے زرمبادلہ کمایا جائے۔ لیکن اس کے برعکس حال یہ ہے کہ پاکستانیوں کو ضرورت کے مطابق ارزاں نرخوں پر چینی دستیاب نہیں۔ اس کی وجہ سوائے اس کے کیا ہوسکتی ہے شوگر مل مالکان اور ڈیلر حضرات نے جلب زر کی ہوس میں مبتلا ہو کر چینی کا ذخیرہ کر لیا ہے تا کہ اسے مہنگے داموں فروخت کر کے زیادہ سے زیادہ نفع کمایا جا سکے۔

اس صورت حال کے پیش نظر حکومت پنجاب نے اپنی سی کوشش کی کہ ان ذخیرہ اندوزوں پر کریک ڈاؤن کر کے ان کے گوداموں میں چینی کو نکلوایا جائے تا کہ عوام کو مناسب ریٹ پر چینی میسر آ سکے لیکن مرکزی وزارت وصنعت پیداوار کے وزیر نے مل مالکان کے ساتھ 49.75 روپے فی کلو کا معاہدہ کر لیا اور صوبوں کو لکھا گیا خط کہ چینی چوروں کے ساتھ کریک ڈاؤن کیا جائے واپس لے لیا اور چینی کے ڈیلروں اور مل مالکان کو کھلی چھٹی دے دی گئی کہ جو چاہیں کریں اور اس کے لیے یہ جواز گھڑا گیا کہ اس پکڑ دھکڑ سے چینی کی فراہمی منقطع ہونے کا خدشہ تھا۔ چناں چہ ڈیلروں اور شوگر ملوں پر چھاپے مارنے کا سلسلہ بند کر دیا گیا اور جن افراد کو گرفتار کیا گیا ان کو معذرت کے ساتھ رہا کر دیا گیا اور تحویل میں لی گئی چینی واپس کر دی گئی۔

جس سے پنجاب حکومت کی چینی کی قیمتیں کم کرانے کی کوششوں کو دھچکا لگا اور وفاقی وزارت صنعت وپیداوار کے وزیر نے یہ حرکت کر کے پنجاب حکومت کے نیک ارادے خاک میں ملا دیئے۔ پنجاب حکومت نے مرکز سے بجا طور پر یہ شکوہ کیا کہ اس معاملے میں ان کو اعتماد میں نہیں لیا گیا۔

صرف یہی نہیں بلکہ سینٹ کی قائمہ کمیٹی برائے صنعت وپیداوار نے حکومت سے سفارش کی کہ چینی فوری 8 روپے سستی کی جائے۔ وفاقی وزارت نے ان سفارشات کو بھی نظر انداز کر دیا۔

اس پر وزیر صنعت وپیداوار کو شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا۔ وزیراعظم نے اس کا نوٹس لیتے ہوئے وفاقی صنعت وپیداوار کو ہدایت کی کہ وہ شوگر ملوں سے طے پانے والے معاہدے پر فوری نظر ثانی کرے اور چینی کے کم از کم نرخ 45 روپے فی کلو مقرر کرائے ہوا یہ کہ مل مالکان نے 45 روپے فی کلو چینی فروخت کرنے سے انکار کر دیا حالاں کہ 45 روپے فی کلو چینی فروخت کرنے کا بھی کوئی جواز نہ تھا۔

لاہور ہائی کورٹ کے چیف جسٹس خواجہ محمد شریف اور جسٹس اعجاز احمد چودھری پر مشتمل ڈویژن بنچ نے چینی کی قیمتوں میں اضافے کے ذمہ داران کے تعین کے لیے اعلیٰ سطح کے کمیشن تشکیل دینے کے دائر رٹ درخواست پر صوبائی حکومتوں، ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان، پاکستان شوگر مل

ایسوسی ایشن اور متعلقہ دیگر اداروں کو نوٹس جاری کیے تو وزارت صنعت و پیداوار اور ٹریڈنگ کارپوریشن آف پاکستان نے عدالت عالیہ کے روبرو تسلیم کیا کہ شوگر مل مالکان اور دیگر کی جانب سے چینی ذخیرہ کر لینے کے باعث چینی کی قیمتوں کا بحران آیا۔ لاہور ہائی کورٹ نے کیس کی سماعت کرنے کے بعد پنجاب میں چینی 40 روپے کلو فروخت کرنے کا حکم دے دیا۔

اس فیصلے کے بعد ایک اور بحران پیدا ہو گیا اور وہ تھا عدالتی بحران وفاقی وزارت صنعت و پیداوار کے وزیر میاں منظور وٹو نے اس عدالتی فیصلے کو ماننے سے یہ کہہ کر اغلباً انکار کر دیا کہ ہائی کورٹ اپنے فیصلے پر خود عمل کرائے کیوں کہ ہمارے پاس نہ کوئی تھانے دار ہے نہ کوئی تحصیل دار۔ مزید براں یہ کہ ہم چینی سستی نہیں کر سکتے۔ اس سے شہ پا کر شوگر مل مالکان نے حکومت پنجاب سے مذاکرات سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ حکومت پنجاب نے مرکز پر یہ الزام لگایا کہ وفاق کا ایک گروپ شوگر مافیا کی سرپرستی کر رہا ہے۔ پنجاب کی صوبائی کابینہ نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ عدالت کی جانب سے کیے جانے والے فیصلے پر نظر ثانی کی درخواست نہیں دی جائے گی۔ اور پنجاب حکومت اس پر عمل درآمد کی بھرپور کوشش کرے گی تاہم عدالت سے صرف یہ وضاحت چاہیں گے کہ اس فیصلے سے قبل جن خوردہ فروشوں نے 45 روپے فی کلو چینی خرید لی ہے وہ کیا کریں؟ اس کا حل بہت سیدھا ہے ایک یہ کہ یہ خوردہ فروشوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ ان کی نفع خوری سے عدلیہ کا وقار اور احترام زیادہ ضروری ہے یا یہ کہ حکومت ایسے خوردہ فروشوں کی خرید کردہ چینی پر سبسڈی دے کر اپنا اور عدلیہ کا وقار برقرار رکھے بصورتِ دیگر دونوں کی عزت وقار کو ٹھیس پہنچے گی۔

وہ تو اچھا ہوا کہ شوگر ملز ایسوسی ایشن کے صدر سپریم کورٹ میں اپیل پر چلے گئے وگرنہ توہین عدالت کے صریحاً مرتکب ہونے والوں سے وہی سلوک ہونا چاہیے تھا جو توہین عدالت کے مجرمین سے کیا جاتا ہے۔

رہے میاں منظور وٹو صاحب تو وہ ایک دانش مند سے زیادہ زیرک سیاستدان ہیں۔ ان سے یہ بات مخفی نہیں ہو گی کہ انہوں نے پنجاب حکومت کی مرکزی حکومت کو تائید و حمایت سے محروم کر کے ایک طرف صوبے اور وفاق کے باہمی تعلقات میں ایک دراڑ ڈال دی ہے تو دوسری طرف عدلیہ کے فیصلہ کو تسلیم نہ کر کے عدلیہ کے وقار کو مجروح کیا ہے۔ جمہوریت میں مملکت میں چار ستون ہوتے ہیں۔ انتظامیہ، مقنّنہ، عدلیہ اور میڈیا اگر یہ چاروں ستون باہم مل کر ایک ٹیم کی صورت میں آگے بڑھتے رہیں تو جمہوریت اور مملکت دونوں مضبوط ہوتی ہیں۔ اگر یہ ادارے باہمی ٹکراؤ کی راہ پر چل نکلیں تو پھر انتظار کرنا چاہیے کہ کب تیسری قوت آئے اور جمہوریت کی بساط الٹ دے۔

دوسری وجہ ٹی سی پی کا کردار ہے کہ اس نے شوگر ملوں سے 25 روپے فی کلو کے حساب سے چینی خرید کر 14 روپے فی کلو منافع سے فروخت کی۔ یہی سوال کمیشن نے وزارتِ صنعت و پیداوار سے کیا لیکن وزارت کے پاس اس کا کوئی معقول جواب نہ تھا۔ اس پر مستزاد یہ کہ میاں صاحب کی پریس کانفرنس میں جب صحافیوں نے میاں صاحب سے تابڑ توڑ سوال کیے تو وہ ان کا سامنا نہ کر سکے اور اپنی پریس کانفرنس ادھوری چھوڑ کر چلے گئے جو ان کے کمزور موقف پر ایک صریح دلیل تھی۔

آخر میں حرص و ہوس کے پتلوں اور دولت کے پجاریوں کے لیے آنحضرت ﷺ کے ارشاداتِ گرامی دیئے جاتے ہیں شاید انہیں اس مہلک مرض سے شفا ہو۔

''اگر انسان کے پاس مال کی دو وادیاں ہوں تو وہ تیسری کے جستجو کرے گا لیکن ابن آدم کے پیٹ کو (قبر کی) مٹی کے سوا کوئی چیز نہیں بھر سکتی۔'' [متفق علیہ، عن ابن عباس]

بندہ کہتا رہتا ہے میرا مال! میرا مال! لیکن اس کے مال میں سے جو اس نے کھا لیا وہ اس کا ہے۔ جو اس نے پہن کر پرانا کر دیا وہ اس کا ہے اور جو اللہ کے راستہ میں خرچ کیا وہ اس کا ہے۔ باقی مال کو یونہی چھوڑ کر چل دے گا اور وہ لوگوں کا ہو گا۔ [صحیح مسلم، عن ابی ہریرۃ]

تحقیق وتنقید

نزولِ قرآن

پروفیسر محمد طاہر ضیاء، فیصل آباد

قرآنِ کریم کی ترتیب دو طرح کی ہے:

①......ترتیب توقیفی: یعنی اللہ کی طرف سے ٹھہرائی ہوئی ترتیب، جو قرآنِ کریم اس وقت ہم پڑھتے پڑھاتے ہیں اس کی ترتیب توقیفی ہے۔ جس میں پہلی سورۃ فاتحہ ہے، دوسری سورۃ بقرہ اور آخری سورۃ الناس ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس ترتیب کے ساتھ سارا قرآنِ مجید ایک ہی دفعہ ایک ہی رات میں یعنی لیلۃ القدر میں، رمضان المبارک میں لوحِ محفوظ سے پہلے آسمان پر بیت المعمور (بیت العزۃ) میں اتار دیا۔ پھر موقع محل کی مناسبت سے آپ ﷺ پر ٹھہر ٹھہر کر نازل ہوتا رہا۔

②......ترتیب نزولی: یہ وہ ترتیب ہے جس کے مطابق موقع محل کی مناسبت سے آپ پر قرآن نازل ہوتا رہا۔ عام لوگ بھی اس بات سے واقف ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پر ابتدائی وحی میں سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات

﴿ اقرأ باسم ربك الذی خلق ○ خلق الانسان من علق ○ اقرأ وربك الاكرم ○ الذی علم بالقلم ○ علم الانسان ما لم يعلم ﴾

نازل ہوئیں اور آخری وحی میں درج ذیل آیت نازل ہوئی:

﴿ اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتی ورضيت لكم الاسلام دينا ﴾

امام شوکانی لکھتے ہیں:

"فلما كان واقفا بعرفات نزل عليه جبريل وهو رافع يديه والمسلمون يدعون الله ﴿ اليوم اكملت لكم دينكم ﴾ يقول: حلالكم وحرامكم، فلم ينزل بعد هذا حلال ولا حرام۔" [الشوكانی، ج:٢، ص:١٢]

جب رسول اللہ ﷺ میدانِ عرفات میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھائے اور مسلمان (بھی اپنے ہاتھ اٹھائے) اللہ کو پکار رہے تھے تو جبریل علیہ السلام آیت ﴿ اليوم اكملت لكم دينكم ﴾ لے کر آپ پر نازل ہوئے کہ میں نے آج تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا (یعنی) تمہارے حلال وحرام کا بیان مکمل کر دیا۔ اس کے بعد کوئی حلال وحرام نازل نہیں ہوا۔

ترتیب توقیفی اور ترتیب نزولی کے لحاظ سے نزولِ قرآن کا آغاز:

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"انه انزل فی ليلة القدر وفی رمضان وفی ليلة مباركة جملة واحدة، ثم انزل بعد ذلك علی مواقع النجوم رسلا فی الشهور والايام۔"

[الشوكانی، ج:١، ص:١٨٤، الطبری، ج:٢، ص:٨٥]

قرآنِ کریم لیلۃ القدر رمضان المبارک میں سارے کا سارا ایک ہی دفعہ نازل ہوا، پھر اس کے بعد موقع محل کے مطابق ٹھہر ٹھہر کر ماہ وایام میں نازل ہوا۔

ابن عباس سے یہ بھی روایت آئی ہے:

"ليلة القدر هی الليلة المباركة وهی فی رمضان انزل القرآن جملة واحدة من الذكر الی البيت المعمور۔" [نفس المرجع]

لیلۃ القدر ہی لیلہ مبارکہ ہے اور یہ ماہِ رمضان میں ہے۔ سارا قرآن ایک ہی دفعہ ذکر سے بیت المعمور پر (اس میں) نازل کیا گیا ہے۔

حضرت قتادۃ فرماتے ہیں:

" انـزل الـقـرآن كـلـه فى ليلة القدر من ام الكتاب وهو اللوح المحفوظ الى بيت العزة فى سماء الدنيا ثـم انـزل الـلـه سبـحـانـه على نبيه ﷺ فى الليالى والايام فى ثلاث وعشرين سنة ـ"

[مرجع سابق: ٤/٥٧٠]

سارا قرآن، ام الکتاب سے (یعنی) لوحِ محفوظ سے آسمان دنیا میں بیت العزۃ (یعنی بیت المعمور) کی طرف لیلۃ القدر میں اتارا گیا۔ پھر اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ پر راتوں اور دنوں میں تئیس سال میں نازل کیا۔

یاد رکھیے کہ ام الکتاب اور ذکر سے مراد لوح محفوظ ہے اور بیت العزۃ سے مراد بیت المعمور ہے۔

صاحب السیرۃ النبویہ محمد بن اسحاق فرماتے ہیں:

" حـدثـنـى وهـب بن كيسان سمعت عبد الله بن زبيـر وهـو يـقول عبد الله بن عمير بن قتادة الليثى حـدثـنـا يا عبيد كيف كان بدء ما ابتدئ به رسول الله ﷺ من النبوة، حين جائه جبريل عليه السلام قـال: فـقـال عبيـد وانا حاضر يحدث عبد الله بن الـزبير ومن عنده من الناس ـ كان رسول الله ﷺ يـجـاور فى حراء من كل سنة شهرا ـ" [ابن هشام، السيرة النبوية، ج:٢، ص:٢٥٣]

(محمد بن اسحاق نے کہا) مجھے آلِ زبیر کے آزاد کیے ہوئے غلام وہب بن کیسان نے بتایا کہ اس نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کو عبیداللہ بن عمیر بن قتادہ لیثی سے یہ کہتے ہوئے سنا: اے عبیداللہ! آپ مجھے بتایئے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے پاس جبریل علیہ السلام آئے تو آپ ﷺ کی نبوت کا آغاز کیسے ہوا؟ وہب بن کیسان نے کہا کہ میری موجودگی میں عبید نے عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ اور آپ کے ہاں موجود لوگوں کو حدیث بیان کرتے ہوئے کہا کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال غارِ حرا میں ایک ماہ مجاورت (اعتکاف) کیا کرتے تھے۔

عبید کی دوسری روایت میں یہ الفاظ آئے ہیں:

" حتـى اذا كـان الشهـر الذى اراد الله تعالىٰ به فيه مـا اراد مـن كـرامتـه من السنة التى بعثه الله تعالىٰ فيها وذلك الشهر (شهر) رمضان ـ "

[نفس المرجع: ٢/ ٢٥٥، ٢٥٦]

یہاں تک کہ جب آپ کی بعثت کے سال کا وہ مہینہ آیا جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرف عطا کرنے کا ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس (مہینہ) میں آپ کو منصب نبوت پر فائز کردیا، اور یہ مہینہ، ماہ رمضان تھا۔

نزولِ وحی کا آغاز:

قرآنِ مجید کے شب قدر میں ماہِ رمضان میں نازل ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ اختلاف اس مسئلہ میں ہے کہ آپ ﷺ پر وحی کا آغاز کس ماہ اور کس تاریخ کو ہوا؟

حافظ ابن قیم رحمہ اللہ اس اختلاف کا یوں ذکر کرتے ہیں:

" ولا خـلاف ان مبـعـثـه ﷺ كـان يـوم الاثنين، واختـلف فـى شهـر المبعث ـ فقيل: لثمان مضين من ربيع الاوّل سنة احدى واربعين من عام الفيل، هـذا قـول الاكثـريـن ـ وقيل: بل كـان ذلك فـى رمضان، واحتج هؤلاء بقوله تعالىٰ: ﴿ شهر رمضان الـذى انزل فيه القرآن [البقرة:١٧٥] ﴾ قـالوا اول ما اكـرمـه الـلّـه تعالىٰ بنبوته، انزل عليه القرآن، والى هـذا ذهب جماعة، منهم يحيى الصرصرى حيث يقول فى نونيته ـ

واتــت عــلـيـــه اربـعـون فــاشـرقـت
شـمـــس الـنـبـوة مـنـــه فـــى رمضـان

والاولـون قالوا: انما كان انزال القرآن فى رمضان جملة واحدة فى ليلة القدر الى بيت العزة، ثم انزل مـنجما بحسب الوقائع فى ثلاث وعشرين سنة ـ"

[ابـن قيـم الـجـوزية، زاد الـمعاد فى هدى خير العباد: ١/ ٧٧، ٧٨]

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ کی بعثت پیر کے دن ہوئی ہے، اور بعثت کے مہینہ میں اختلاف ہے۔بعض نے کہا کہ عام الفیل (ولادت نبوی) کے اکتالیسویں سال آٹھ ربیع الاوّل کو ہوئی، یہ اکثرین کا قول ہے اوربعض نے کہا کہ یہ (بعثت) رمضان میں ہوئی ہے اورانہوں نے اللہ کےفرمان ﴿ شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن ﴾ سے دلیل پکڑی ہے۔انہوں نے کہا کہ سب سے پہلے جواللہ تعالیٰ نے آپ کونبوت کا شرف بخشا، وہ آپ پرقرآن اتارا ہے۔اس کی قائل ایک جماعت ہے انہی میں سے یحیٰی صرصری [شیخ، جمال الدین ابوزکریا یحیٰی بن یوسف بن یحیٰی، صرصری، بغداد سے چھ میل کے فاصلے پر ایک قریہ صرصر کی طرف منسوب ہیں۔آپ معرفت لغت اورعمدہ شاعری میں انتہا کو پہنچے ہوئے تھے، آپ کے دیوان اور مدحیہ شاعری کوشہرت عام حاصل تھی۔ آپ اپنے زمانہ میں حضرت حسان کی طرح تھے، آپ تاتاریوں کے بغداد پر حملہ کے دن ۶۵۶ھ کو ان کے ہاتھوں شہید ہوئے۔شذرات الذهب فی اخبار من ذهب: ٥/ ٢٧٥، ٢٨٦] ہیں۔ جہاں وہ اپنے قصیدہ نونیہ میں کہتے ہیں:''اور آپ کی عمر جب چالیس سال کی ہوئی تو رمضان میں نبوت کا سورج طلوع ہوا۔''

پہلوں نے کہا کہ رمضان المبارک میں سارے قرآن کا نزول ایک ہی دفعہ صرف بیت العزۃ (بیت المعمور) کی طرف ہوا ہے، پھر وقائع کے مطابق تئیس سالوں میں تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا گیا ہے۔

شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب نجدی لکھتے ہیں:

" قال بعض العلماء: وكان نزول جبريل فيما ذكر يوم الاثنين لسبع من رمضان، وقيل لسبع عشرة مضت رواه البراء بن عازب، وروى عن ابی هريرة انه كان فی السابع والعشرين من رجب، وقال ابن عمر لثمان عشرة من ربيع الاوّل سنة احدى واربعين من عام الفيل ـ" [الشيخ النجدی، ص: ٧٥]

بعض علماء نے کہا ہے کہ جبریل علیہ السلام کا نزول سات رمضان سوموار کوہوااور کہا گیا ہے کہ سترہ رمضان کوہوا، اسے براء بن عازب نے روایت کیا۔اورابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا گیا ہے کہ نزول جبریل سترہ رجب کو ہوا، اور ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ عام الفیل (ولادت نبوی) سے اکتالیسویں سال اٹھارہ ربیع الاوّل کو جبریل کا نزول ہوا۔

شارح صحیح بخاری علامہ قسطلانی لکھتے ہیں:

" وهو فی غار حراء فجاء الملك جبريل يوم الاثنين لسبع عشرة خلت من رمضان وهو ابن اربعين سنة ـ" [ارشاد الساری لشرح صحيح البخاری: ١/ ٦٣]

جب آپ کی عمر چالیس سال ہوئی تو غار حرا میں سترہ رمضان سوموار کوآپ کے پاس جبریل فرشتہ آیا۔

ان تمام اقوال میں بظاہر کسی کوکسی پر ترجیح کی کوئی واضح دلیل نہیں ہے، البتہ محمد بن اسحاق نے نزول قرآن کی تین آیات ﴿ شهر رمضان الذی انزل فيه القرآن۔ انا انزلنه فی ليلة مباركة ـ انا انزلنه فی ليلة القدر ﴾ کے ساتھ سورۃ الانفال کی آیت درج کر کے اس طرف اشارہ کیا ہے کہ غزوہ بدراورنزولِ قرآن کے آغاز کی ایک ہی تاریخ سترہ رمضان ہے۔آپ لکھتے ہیں:

" قال تعالٰی ﴿ ان كنتم امنتم بالله وما انزلنا علی عبدنا يوم الفرقان يوم التقی الجمعان [الانفال: ٤١] ﴾ وذلك ملتقی رسول الله ﷺ والمشركين يوم بدر ـ"

[جامع البيان فی تفسير القرآن: ١٠/٧]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اگرتم اللہ پراوراس (کتاب) پرایمان رکھتے ہو جسےہم نے (حق وباطل میں) فرق کے دن (یعنی) دو جماعتوں کے لقاء (آپس میں جنگ) کے دن نازل کیا۔حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" يوم الفرقان يعنی بالفرقان يوم بدر فرق الله فيه بين الحق والباطل ـ" [السيرة النبوية: ٢/ ٢٧١]

یوم الفرقان میں فرقان سے اللہ تعالیٰ کی مراد یوم بدر ہے۔جس میں اللہ نے حق وباطل کے درمیان فرق کردیا۔قرآن کا ایک نام فرقان

بھی ہے اور قرآن بھی حق وباطل کے درمیان فرق کرتا ہے۔

صاحب الروض الانف علامہ سہیلی (م ۵۸۱ھ) ﴿شهر رمضان الذی انزل فیه القرآن﴾ آیت سے اس چیز پر استشہاد کرتے ہوئے قرآن رمضان میں اور رمضان کی لیلۃ القدر میں اتارا گیا ہے، لکھتے ہیں کہ اس کی دو تاویلیں ہوسکتی ہیں:

اوّل یہ کہ اللہ نے نزولِ قرآن کے آغاز وابتداء کا ارادہ کیا ہو، کیوں کہ قرآن (صرف رمضان میں نہیں بلکہ) رمضان میں اور غیر رمضان میں بیس سال سے زائد عرصہ میں نازل ہوا ہے۔

دوم وہ بات ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بیان فرمائی ہے کہ سارا قرآن ایک ہی دفعہ آسمان دنیا کی طرف اتارا گیا پھر ایک ایک آیت اور ایک ایک سورت کی شکل میں، سائلین کے جوابات میں اور رونما ہونے والے واقعات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تک نازل ہوتا رہا۔ اور یہ تاویل ظاہر کے زیادہ مشابہ اور نقل میں سب سے زیادہ صحیح ہے۔[الروض الانف (مع السيرة النبوية: ٢/ ٢٧٣]

اگر آغازِ نزولِ قرآن سترہ رمضان سن ۴۱ (ولادت نبوی) صحیح تسلیم کرلیا جائے تو نو ذوالحجہ سن ۶۳ (ولادت نبوی) تک کل مدت نزول قرآن بائیس سال دو ماہ بائیس دن قرار پاتی ہے۔

علامہ محمد خضری بک مصری نے اسی کو ترجیح دی ہے اور اسے درج ذیل مکی اور مدنی دو ادوار میں یوں تقسیم کیا ہے:

① ...... مکی دور کا عرصۂ نزول سترہ رمضان سن ۴۱ (ولادت نبوی) تا یک ربیع الاوّل سن ۵۴ (ولادت نبوی)

② ...... مدنی دور یکم ربیع الاوّل سن ۵۴ (ولادت نبوی) تا نو ذوالحجہ سن ۶۳ (ولادت نبوی) نو سال، نو ماہ، نو دن = ۲۲ دن ۲ ماہ ۲۲ سال ہے۔[تاريخ فقه اردو (ترجمه: تاريخ التشريع الاسلامی)، ص: ١٤]

❀❀ .... ❀ .... ❀❀

فکر ونظر

پیغامِ اعتکاف انسانیت کے نام

پروفیسرعبدالرزاق ساجد

رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں، وہ لوگ جنہیں اللہ ربّ العزت توفیق سے نوازتے ہیں۔اپنی گوناگوں مصروفیات کوترک کرکے، سنت اعتکاف کوزندہ کرنے کے لیےمساجد کارخ کرتے ہیں۔آج کے دورِنفسانفسی میں یہ کام اتنا آسان نہیں،مگر جس پراللہ خاص رحمت سے اسے آسان فرمادے۔

بظاہر اعتکاف نو، دس دن مسجد میں گزارنے کا نام ہے۔مگر درحقیقت اعتکاف انسانیت کے نام اپنے اندر بےشمار پیغام رکھتا ہے، یہ دس بیس روزہ کل وقتی تربیت اور ٹریننگ ہے جس میں بےشمار دروس پنہاں ہیں۔

❀......اگرانسان عزم کرلےتو دنیاومافیہا سےشانِ بےنیازی کا سامان آج بھی کیاجاسکتاہے۔

❀......حقیقی تعلق بندے اور ربّ کا تعلق ہے، جب کہ مال ودولت، سیم وزر، آل اولاد، بیوی بچے، تجارت، خرید وفروخت، امپورٹ، ایکسپورٹ، ٹریڈ، فیکٹریاں، ملیں، دکانیں، شاپنگ سنٹرز، پلازے، پراپرٹی، ڈالر، ریال، یورو، دینار، روپے پیسے کی ریل پیل، ٹرانسپورٹ، موٹریں، گاڑیاں، کوٹھیاں، محلات اور ماڑیاں، بزنس، کاروبار، سیاست، یار دوست، رشتے دار، محافل ومجالس، امورِ دنیا اور اس کی چھل پہل، یہ سب عارضی اور مجازی تعلقات ہیں۔

❀......اگرانسان ربّ کےساتھ اپنے تعلقات کومضبوط اورقوی بنانا چاہےتو یہ دنیوی علائق اس کے ہاتھ کی ہتھکڑی یاپاؤں کی بیڑی نہیں بن سکتے۔

❀...... جہاں اعتکاف یہ درس دیتا ہے کہ تمام تعلقاتِ دنیا کو چھوڑکر خالق حقیقی سے تعلق جوڑنا امرمحال نہیں۔وہیں اپنے اندر یہ دروس بھی رکھتاہے کہ

❀......دین صرف رہبانیت کانام نہیں۔

❀...... دین یہ نہیں کہ سب لوگ کاروبارِ دنیا کوٹھپ کرکے مساجد کارخ کرلیں۔

❀......دین یہ نہیں کہ ساری دنیا ہاتھ میں تسبیحات تھامے ہوہو کرنے بیٹھ جائے۔

❀...... دین یہ نہیں کہ انسان اپنی پوری زندگی چلہ کشی کے نام کردے۔

❀...... دین یہ نہیں کہ انسان اپنے گھربار کومستقل چھوڑ کر بن باسیوں کی طرح جنگلوں کارخ کرلے۔

❀......دین یہ نہیں کہ انسان بیوی بچوں سے بالکل بےنیاز ہوکر کہیں آلتی پالتی مارکر بےسدھ بیٹھا بدھ بن جائے۔

❀...... بلکہ دین یہ ہے کہ انسان﴿ رَبَّنَا اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً﴾ میں محفو ومگن ہوکر﴿ وَفِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً ﴾کی فکراورسوچ کو کھونہ بیٹھے۔بلکہ کل کواچھی فصل کاٹنے کے لیے آج عمدہ بونے کی فکر کا حامل وعامل بن جائے۔

❀......اعتکاف انسان کویہ پیغام دیتاہے کہ اس دنیا میں اگر کہیں خیمہ زن ہوتاہےتو وہ صرف ایک اللہ کا گھراوراس کی مساجد ہونی چاہئیں۔

❀......اعتکاف کا پیغام یہ ہے کہ انسان کی حقیقی گدی نشینی یہ ہے کہ وہ درِّربانی کا گدی نشین بن جائے۔

❀......اعتکاف کا پیغام یہ ہے کہ سجادہ نشینی دنیاوی مزاروں اور درباروں کی نہیں بلکہ یہ کام توصرف دربارِخداوندی کےساتھ خاص ہے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ ہے کہ انسان وہ ہے جو دنیا کے

تمام دَراور دروازوں سے بے نیاز ہوکر ایک خالق حقیقی کی چوکھٹ پر اپنا سر دھر لے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ بھی ہے کہ دنیا کا ہر کام بن چارہ ہے، مگر بندگی کے بغیر گزارہ نہیں۔

❀......اعتکاف ہمیں یہ سبق سکھاتا ہے کہ بندے اور ربّ کے تعلق کو مضبوط کر کے دیکھ، وہ تیرے دانے پانی کا اہتمام بھی کروادے گا۔

❀...... بیت اعتکاف کی چار دیواری میں انسان کی گریہ زاری اسے یہ پیغام دیتی ہے کہ انسان اور ربّ کے تعلق میں نمود ونمائش اور دکھلاوے کے لیے کوئی جگہ نہیں ہونی چاہیے۔

❀......اعتکاف انسانیت کو یہ سبق سکھاتا ہے کہ دنیا میں تجھے اتنی ہی جگہ کافی ہے کہ جس میں تو بیٹھ سکے، اٹھ سکے اور لیٹ سکے۔ پھر مرلوں، کنالوں اور ایکڑوں پر محیط عالی شان اور بلند وبالا کوٹھیوں اور محلات کی تعمیرات کی فکر میں زندگی کی محدود سانسوں اور مختصر وقت کو انسان ضائع کس لیے کر رہا ہے۔

❀......اعتکاف ہمیں یہ پیغام بھی دیتا ہے کہ ہماری جائے آرام دراصل جائے قیام ہے۔ اگر حقیقی آرام کی تلاش ہے تو اپنے مقامِ آرام کو جائے قیام میں بدل دے۔

❀......اعتکاف ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ اپنے تعلق کو اس ذات کے ساتھ مضبوط کر جس سے تعلق جوڑنے کا دنیا وآخرت دونوں میں فائدہ ہے۔ صرف ان کی خاطر اپنے دونوں جہانوں کے فوائد کو قربان نہ کر کہ جن کا تعلق صرف دنیوی اور وقتی فوائد تک محیط ہے۔

❀......اعتکاف ہمیں یہ درس دیتا ہے کہ آئندہ عملی زندگی میں رب سے تعلق ٹوٹنے نہ پائے۔

❀......اعتکاف اپنے اندر یہ پیغام رکھتا ہے کہ بندے اور ربّ کے تعلق کو ہمیشہ طہارت اور پاکیزگی کی بنیاد پر ہونا چاہیے۔

❀......اعتکاف انسان کو یہ پیغام دیتا ہے کہ بندے اور ربّ کا تعلق جز وقتی نہیں بلکہ کل وقتی ہونا چاہیے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ ہے کہ باقی ایامِ سال میں پانچ وقت اذان پر اپنے کان اسی طرح دھرنا جس طرح ایام اعتکاف میں رہا۔

❀......ایک پیغام یہ بھی ہے کہ دیکھنا تکبیر اولیٰ چھوٹنے نہ پائے۔

❀......اعتکاف انسان کی یہ تربیت کرتا ہے کہ جس طرح اس عشرہ کی ہر نماز باجماعت ادا کی گئی ہے اسی طرح باقی ایام زندگی کی ہر نماز بھی باجماعت ہو۔

❀......اعتکاف میں یہ ٹریننگ دی جاتی ہے، تلاوتِ قرآن، قراءت قرآن، فہم قرآن اور تدبر قرآن کو زندگی کے معمولات میں باقاعدگی سے شامل رہنا چاہیے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ بھی ہے کہ ذکر اذکار، وِرد، اوراد، تسبیحات، تحمیدات، تمجیدات، تکبیرات اور تہلیلات کو اپنے ہر لمحہ کی عادت بنالینا چاہیے۔

❀......اعتکاف میں یہ تربیت کی جاتی ہے: اٹھتے بیٹھتے، لیٹتے ہر حالت میں یادربانی سے غفلت نہیں ہونی چاہیے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ ہے کہ جس طرح ان دس دنوں میں انسان کی تمام قولی، فعلی، عملی، مالی، بدنی، جسمانی اور روحانی عبادتیں صرف ایک گھر، ایک در، ایک ذات، ایک ہستی، ایک ربّ، ایک مالک اور ایک خالق اللہ ربّ العزت کے لیے خاص ہوتی ہیں۔ اسی طرح سال کے باقی ایام میں بھی بلا اختلافِ مذاہب ومسالک ہر مسلمان کا وطیرہ بھی یہی ہونا چاہیے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ بھی ہے کہ جس طرح ان دس ایام کے اندر انسان اپنی زبان، ہاتھ، اعضاء، چاہتوں، رغبتوں، شہوات اور ملذات پر مکمل کنٹرول رکھتا ہے باقی زندگی میں بھی اس کی یہ عادت بن جانی چاہیے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ ہے کہ انسان جس طرح ان دس دنوں میں کبائر، صغائر، شرک اور بدعات وخرافات سے کنارہ کش رہتا ہے باقی دنوں میں بھی اس کا وطیرہ یہی ہونا چاہیے۔

❀......اعتکاف ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ جس طرح تمام معتکفین ایک خانہ خدا کے باشندے ہیں اسی طرح وہ سب کے سب ایک ہی گھر

کے افراد کی مانند اپنی بقیہ زندگی کو گزاریں۔

❀......اعتکاف کا ایک درس یہ بھی ہے کہ انسان کو بہترین ہمسایہ ہونا چاہیے۔ جس طرح وہ یہاں ایک دوسرے کو نماز کے لیے بیدار کرنے کا اہتمام کرتے ہیں، اسی طرح اپنے گلی محلے کے اندر موجود ہمسایوں اور پڑوسیوں کے ساتھ بھی اس اہتمام کو زندہ کیا جائے۔

❀......اعتکاف کا ایک درس یہ بھی ہے کہ جس طرح اس سنت نبوی پر عمل کیا جارہا ہے اسی طرح اپنی باقی ماندہ زندگی کو بھی سنت اور اطاعت واتباع کے موتی وجواہرات سے مزین کیا جائے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ بھی ہے کہ زندگی دنیاوی اللوں تللوں میں خود کو کھودینے کا نام نہیں بلکہ اُسے اُس کے نام کردینے کا نام ہے جس نے اسے عطا کیا ہے۔

❀......اعتکاف کا ایک پیغام یہ بھی ہے کہ مسلمان کی زندگی بے کیف وبے ہنگم نہیں بلکہ کیف وسرور سے بھرپور ایک منظم اور باقاعدہ زندگی ہوتی ہے۔ جس میں تمام امور ایک منظم طریقے سے مناسب نظام الاوقات کے تحت اپنے اپنے وقت میں بطریق احسن، خیر وخوبی سے انجام پاتے ہیں۔

الغرض اعتکاف

❀......وہ دھرنا ہے جو انسان اپنے نفس، خواہشات، ملذات اور منکراتِ حیات کے خلاف دیتا ہے۔

❀......وہ ٹریننگ ہے جس میں انسان اپنی بندگی، اپنی زندگی، اپنے افعال واعمال، اقوال وگفتگو اور معاملات حیات کو اپنے ایک ربّ کے نام کرنا سیکھتا ہے۔

❀......یہ وہ تربیت ہے جس میں دنیوی علائق وتعلقات ہیچ وپیچ اور کمزور کرتے ہوئے اپنے خالق ومالک اور رازق حقیقی سے اپنے رشتے اور ناطے کو بلند وبالا اور مضبوط وقوی کرنا سکھایا جاتا ہے۔

❀......وہ مشق ہے جس میں عقائد، نظریات اور سوچ فکر کی تطہیر کرتے ہوئے انسانیت کی تعمیر کی جاتی ہے۔

❀❀............❀............❀❀

احکام و مسائل

صدقۂ فطر اور اس کا مصرف

حافظ ریاض احمد عاقب

(۱)......صدقہ فطر کا معنی ومفہوم:

صدقہ کا معنی خیرات اور فطر کا معنی روزہ کھولنا یا روزہ نہ رکھنا ہے۔ جب ماہِ رمضان کے روزے ختم ہو جائیں تو روزوں کی تکمیل کی خوشی، اللہ تعالیٰ کے شکر یہ اور اپنے گناہوں کے کفارہ میں صدقہ وخیرات کرنے کو ''صدقہ فطر'' کہا جاتا ہے۔ صدقہ فطر کو زکاۃ الفطر بھی کہا جاتا ہے۔

(۲)......صدقہ فطر کی فرضیت:

صدقہ فطر تمام مسلمانوں امیر، غریب، مرد، عورت، آزاد، غلام، بالغ، نابالغ سب پر فرض ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نقل کرتے ہیں:

" فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ عَلَی الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّکَرِ وَالْأُنْثٰی وَالصَّغِیْرِ وَالْکَبِیْرِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ، وَأَمَرَ بِھَا أَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ إِلَی الصَّلَاۃِ۔" [صحیح بخاری، الزکاۃ باب فرض صدقۃ الفطر، رقم: ۱۵۰۳، صحیح مسلم، الزکاۃ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین من التمر والشعیر، رقم: ۹۸۴]

''رسول اللہ ﷺ نے فطر کی زکوٰۃ، ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو، ہر مسلمان پر، خواہ وہ غلام ہو یا آزاد ہو، مرد ہو یا عورت، چھوٹا یا بڑا فرض کی ہے اور اسے نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے۔''

(۳)......صدقہ فطر کن لوگوں پر فرض ہے:

اوپر والی حدیث رسول ﷺ سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر مسلمانوں کے ہر آزاد و غلام، مرد و عورت اور چھوٹے و بڑے پر فرض ہے حتیٰ کہ عید سے قبل جو بچہ پیدا ہوا اس کی طرف سے بھی صدقہ فطر نکالنا فرض ہے۔ گھر کا ذمہ دار اپنے زیر کفالت تمام افراد کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے جن کی خوراک اس کے ذمہ ہے۔

بعض حضرات صدقہ فطر فرض ہونے کے لیے شرط لگاتے ہیں کہ آدمی اتنے مال کا مالک ہو جو زکوٰۃ کے نصاب کو پہنچتا ہو۔ یہ شرط لگانا غلط ہے اور صحیح حدیث رسول ﷺ کے مخالف ہے۔ نبی اکرم ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق صدقہ فطر کی ادائیگی ہر مسلمان پر فرض ہے، چاہے وہ امیر ہو یا غریب، کیوں کہ رسول اکرم ﷺ نے زکوٰۃ فطر کو روزوں کی پاکی کا باعث قرار دیا ہے اور روزوں کی تطہیر و پاکی امیر وغریب دونوں کے لیے ضروری ولازمی ہے۔

دوسرا نبی مکرم ﷺ نے صدقہ فطر امیر اور غریب کے درمیان تفریق نہیں کی لہٰذا غرباء کو بھی صدقہ فطر ادا کرنا چاہیے۔ ہاں اگر کوئی بالکل ہی غریب ہے اور فاقے سے زندگی گزار رہا ہو اور اسے دوسرے مسلمان بھی صدقہ فطر ادا نہ کریں تو اس کے لیے گنجائش نکل سکتی ہے۔ کیوں کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَھَا ﴾ [البقرۃ: ۲/ ۲۸۶]

''اللہ تعالیٰ کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔''

(۴)......صدقہ فطر کی مقدار:

صدقہ فطر کی مقدار ایک حجازی صاع ہے۔ جس کا وزن آج کل کے حساب سے ڈھائی کلو بنتا ہے۔ لیکن اگر صاع کی تحقیق کی جائے تو اس کا وزن تقریباً دو کلو کے برابر بنتا ہے۔ ایک صاع کی دلیل درج ذیل ہے:

① ......سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث:

" قَالَ فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ زَکٰوۃَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِّنْ شَعِیْرٍ۔" [صحیح بخاری، الزکاۃ،

باب فرض صدقة الفطر، رقم: ١٥٠٣]

''رسول اللہ ﷺ نے زکوٰۃ فطر ایک صاع کھجور یا جو کی فرض کی ہے۔''

② ......سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

" كُنَّا نُخْرِجُ زَكٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِّنْ طَعَامٍ أَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعًا مِنْ أَقِطٍ أَوْ صَاعًا مِنْ زَبِيْبٍ ـ" [صحيح بخاری، رقم: ١٥٠٦، صحيح مسلم، رقم: ٩٨٥]

''ہم غلے کا ایک صاع یا کھجور کا ایک صاع یا پنیر کا ایک صاع یا منقی کا ایک صاع زکوٰۃ الفطر نکالا کرتے تھے۔''

ایک مسلک نصف صاع کا بھی ہے۔ لیکن صحیح اور راجح احادیث صحیحہ کی رو سے ایک صاع ہی ہے۔ چناں چہ جب سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ میں سمجھتا ہوں کہ شام کی گندم کے دو مد (آدھا صاع) کھجور کے ایک صاع کے برابر ہیں تو اس پر سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: ''میں تو ہمیشہ اسی طرح نکالتا رہوں گا جیسے رسول اکرم ﷺ کے زمانے میں (ایک صاع) نکالتا تھا۔'' [صحيح مسلم، باب زكوٰة الفطر على المسلمين من التمر والشعير، رقم: ٩٨٥]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ صاع کھجور کے مقابلے میں آدھا صاع گندم سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا اپنا ذاتی اجتہاد تھا ورنہ وہ خود یا کوئی صحابی اس بارے حدیث رسول پیش کرتے، اس لیے سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ اور سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر جنس میں سے ایک صاع ہی صدقہ فطر نکالا کرتے تھے۔

نوٹ: نصف صاع کے متعلق جو بھی روایات آئی ہیں ان میں سے کوئی بھی صحیح سند سے ثابت نہیں ہے جیسا کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس کی صراحت کی ہے۔ [تفصیل کے لیے دیکھو: السنن الکبریٰ للبیہقی: ۴/۱۷۰، اور مرعاۃ المفاتیح: ۱۸۳/۱]

(۵)......صدقہ فطر کس جنس سے ادا کیا جائے؟

صدقہ فطر ہر اس غلے سے ادا کی جاسکتا ہے جو انسان بطور خوراک استعمال کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں لوگ عموماً کھجور، جو، منقی اور پنیر کھاتے تھے اس لیے آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو انہی اجناس سے صدقہ فطر ادا کرنے کا حکم دیا۔

ہمارے ملک میں گندم، چنے، جو، مکی، باجرہ، جوار، چاول وغیرہ اجناس خوردنی ہیں اور لوگ انہیں بطور خوراک استعمال بھی کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں سے جو جنس زیادہ استعمال کرتا ہے، اس سے صدقہ فطر ادا کرسکتا ہے۔ اس کی دلیل پیچھے گزر چکی ہے کہ "أَوْ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ" [صحیح بخاری، رقم: ۱۵۰۶] ہم رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں فطر کے دن طعام کا ایک صاع دیا کرتے تھے اور اس وقت ہمارا طعام جو، کھجور، منقی اور پنیر تھا۔

اس لیے " صَاعًا مِنْ طَعَامٍ " کے مطابق جو جنس بھی لوگوں کا طعام ہو اس میں سے ایک صاع صدقہ فطر دینا چاہیے خواہ گندم ہو یا جو، مکی ہو یا چنے وغیرہ۔

(۶)......صدقہ فطر میں غلہ کی بجائے قیمت ادا کرنا:

صدقہ فطر غلہ کی صورت میں دینا ہی افضل ہے۔ کیوں کہ حدیث رسول ﷺ سے یہی ثابت ہے۔ البتہ اگر کسی کے پاس صدقہ فطر ادا کرنے کے لیے غلہ موجود نہ ہو تو اس صورت میں غلے کی بجائے اس کی قیمت دی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ قیمت اسی غلے کے اعتبار سے دی جائے جو انسان استعمال کرتا ہے۔ مثلاً گندم، چاول وغیرہ اس کی قیمت ادا کردے۔ اس کے لیے خرید کر دینا ضروری نہیں ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح بخاری میں زکوٰۃ قیمت کی صورت میں ادا کرنے کے دلائل ذکر کیے ہیں۔ [تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: صحیح بخاری، الزکاۃ باب الفرض فی الزکاۃ: ۳/ ۳۹۷ مع فتح الباری، ط: قدیمی کتب خانہ کراچی]

(۷)......صدقہ فطر کا وقت:

رسولِ مکرم ﷺ نے صدقہ فطر نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے ادا کرنے کا حکم دیا ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے:

" وَأَمَـرَ بِهَـا أَنْ تُـؤَدّٰى قَبْـلَ خُـرُوْجِ النَّـاسِ إِلَـى الصَّلَاةِ ـ" [صحيح بخاری، الزكاة: ١٥٠٣، صحيح

مسلم، الزکاة: ٩٨٤]

''رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ نمازِ عید کے لیے نکلنے سے پہلے اسے ادا کیا جائے۔''

اس حدیث مبارک سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر نمازِ عید سے پہلے نکالنا ضروری ہے۔ یہ بھی یاد رہے صدقہ فطر کی ادائیگی نمازِ عید سے چند دن پہلے بھی ہوسکتی ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں آتا ہے:

" كَانُوا يُعْطُونَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِيَوْمٍ أَوْ يَوْمَيْنِ ۔" [صحیح بخاری، الزکاة، باب صدقة الفطر علی الحر والمملوك: ١٥١١]

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عیدفطر سے ایک دن یا دو دن پہلے صدقہ فطر دے دیتے تھے۔''

اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت بھی اس پر دلالت کرتی ہے کہ جس میں رسولِ اکرم ﷺ نے سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو زکوٰۃ رمضان کی حفاظت پر مقرر کیا اور تین راتیں شیطان مسلسل اس ڈھیر سے چوری کے لیے آتا رہا بالآخر اس نے تیسری بار آیۃ الکرسی بتا کر جان چھڑائی تھی۔ [تفصیل کے لیے دیکھو: صحیح بخاری کتاب الزکاة، باب إذا وکل رجلا: ٢٣١١]

حدیث سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم صدقہ فطر نکالنے میں جلدی کرتے تھے۔ لہٰذا نمازِ عید سے دو تین دن پہلے صدقہ فطر ادا کرنا صحیح ہے۔

اوپر والی حدیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر عیدالفطر کی نماز سے پہلے پہلے ادا کرنا لازمی ہے۔ اگر نمازِ عید کے بعد ادا کیا جائے تو وہ عام صدقہ ہوگا صدقہ فطر شمار نہیں ہوگا۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

" فَمَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكٰوةٌ مَقْبُوْلَةٌ، وَمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلَاةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ ۔"

[ابوداؤد، الزکاة، باب زکوة الفطر: ١٦٠٩]

''جس نے (صدقہ فطر) نمازِ عید سے پہلے ادا کیا اس کا صدقہ فطر مقبول ہے اور جس نے بعد از نماز ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہوگا۔''

(٨)......صدقہ فطر کا مقصد:

ماہِ رمضان کے روزوں کے اختتام پر صدقہ فطر ضروری قرار دیا گیا ہے جس کے رسول اکرم ﷺ نے دو مقصد بتائے ہیں۔

اوّل: ماہِ رمضان اور حالت روزہ میں روزے دار سے اگر کوئی لغو حرکت، فحش گوئی اور بے ہودگی سرزد ہوجائے تو صدقہ فطر سے ان لغویات کا کفارہ ادا ہوجاتا ہے۔

ثانی: جو لوگ نادار، مفلس، محتاج اور غرباء و مساکین ہیں، عید کے تہوار کی خوشیوں میں شریک ہونے کی طاقت واستطاعت نہیں رکھتے، صدقہ فطر کے ذریعے ان کے ساتھ تعاون کرکے انہیں بھی عید کی مسرتوں میں شرکت کے قابل بنایا جائے۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:

" فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ، طُهْرَةً لِّلصِّيَامِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ ۔" [سنن أبی داؤد، الزکاة، باب زکاة الفطر: ٢/ ١٣٨، سنده جید، دیکھو: إرواء الغلیل: ٨٤٣]

''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر فرض کیا ہے (جس کا ایک مقصد) روزے دار کے روزے کو بے ہودہ گوئی اور فحش کلامی سے پاک کرنا ہے۔ اور (دوسرا مقصد) مساکین کی خوراک کا انتظام کرنا ہے۔''

(٩)......صدقہ فطر کا مصرف:

صدقہ فطر کے اصل مستحقین غرباء و مساکین ہیں۔ جیسا کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہ الفاظ مروی ہیں:

" وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنَ ۔" [سنن ابوداؤد: ١٦٠٩]

''(صدقہ فطر) مساکین کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے فرض کیا ہے۔''

مسکین کے متعلق رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

" لَيْسَ الْمِسْكِيْنُ الَّذِيْ يَطُوْفُ عَلَى النَّاسِ تَرُدُّهُ

الـلُّقْـمَةُ وَالـلُّقْـمَتَـانِ وَالتَّـمْـرَةُ وَالتَّمْرَتَـانِ وَلٰكِنَّ الْـمِسْكِيْـنَ الَّـذِيْ لَا يَـجِدُ غِنًى يُغْنِيْهِ وَلَا يُفْطَنُ لَهٗ فَيُتَـصَـدَّقُ عَـلَيْهِ وَلَا يَقُوْمُ فَيَسْأَلُ النَّاسَ ۔" [صحيح بـخـارى، الزكاة، باب قول الله عزوجل لا يسئلون الناس إلحافا: ١٤٧٩]

''مسکین وہ نہیں جو لوگوں میں چکر لگاتا رہتا ہے اور ایک لقمہ اور دو لقمے اور ایک کھجور اور دو کھجوریں اسے واپس لوٹا دیتی ہیں بلکہ مسکین وہ ہے جس کے پاس اتنی تونگری نہیں جو اسے غنی کر دے اور نہ کوئی اس (مسکین) کے متعلق سمجھ پاتا ہے کہ اس پر صدقہ کر دے اور نہ ہی وہ (مسکین) کھڑا ہو کر لوگوں سے سوال کرتا ہے۔''

ہمارے معاشرے میں بہت سارے ایسے افراد موجود ہیں جن کی حالت یہی ہے جیسے نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا ہے۔ اس لیے صدقہ فطر انہی لوگوں کا حق ہے۔

بعض علمائے کرام نے صدقہ فطر کو زکوٰۃ کے مصارف ثمانیہ (آٹھ مصرف) پر محمول کیا ہے۔ لیکن یہ درست نہیں ہے کیوں کہ آیت مبارکہ میں اموال کی زکوٰۃ کا تذکرہ ہے، صدقہ فطر کا ذکر نہیں ہے۔ لہٰذا صدقہ فطر کو مصارف ثمانیہ پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے۔

(۱۰)......صدقہ فطر کے مصرف کے بارے علمائے کرام کے اقوال:

① ......شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے صدقہ فطر کو مساکین کے ساتھ خاص کیا ہے۔ شیخ موصوف نے اپنے ''فتاویٰ'' میں اس بارے بہت مفید بحث کی ہے۔

شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

" ثُمَّ قَوْلُ النَّبِيِّ ﷺ " طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنَ " نَصٌّ فِيْ ذٰلِكَ حَقٌّ لِلْمَسَاكِيْنَ ۔" [فتاوىٰ ابن تيميه: ٢٥/ ٧٥ طبع قديم]

''پھر نبی کریم ﷺ کا یہ فرمان " طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنَ " مساکین کے حق میں (واضح) نص ہے۔''

بلکہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے موقف کو دو تین وجوہ سے غلط قرار دیا ہے جو مصارف ثمانیہ والی آیت ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ [التوبة:٩/٦٠]﴾ سے استدلال لے کر صدقہ فطر کو مصارف ثمانیہ پر محمول کرتے ہیں۔ شائقین حضرات فتاویٰ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی (جلد:۲۵، ص:۷۱تا۷۵) کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

② ......حافظ ابن قیم دمشقی رحمہ اللہ صدقہ فطر کے بارے رقم طراز ہیں:

" وَكَانَ مِنْ هَدْيِهٖ تَخْصِيْصُ الْمَسَاكِيْنِ بِهٰذِهِ الصَّدَقَةِ وَلَمْ يَكُنْ يَقْسِمُهَا عَلَى الْأَصْنَافِ الثَّمَانِيَةِ قَبْضَةً قَبْضَةً وَلَا أَمَرَ بِذٰلِكَ وَلَا فَعَلَهٗ أَحَدٌ مِّنَ الصَّحَابَةِ وَلَا مَنْ بَعْدَهُمْ ۔" [ملاحظه هو: زاد المعاد: ١/ ٦٣، ط: دارالكتب العلمية بيروت: ١٤١٨ھ]

''صدقہ فطر کی تقسیم میں رسول اللہ ﷺ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ نے اسے صرف مساکین کے ساتھ ہی خاص رکھا اور (قرآن میں مذکور) آٹھ قسموں پر اسے مٹھی مٹھی کر کے تقسیم نہیں کیا اور نہ ہی اس کا آپ ﷺ نے حکم دیا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد صحابہ و تابعین میں سے کسی ایک نے ایسا کیا۔''

③ ......علامہ شوکانی رحمہ اللہ صدقہ فطر کے بارے لکھتے ہیں:

" هٰذِهِ الزَّكٰوةُ خَاصَّةٌ لِطُهْرَةِ الصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَلِإِغْنَاءِ الْفُقَرَآءِ فِيْ ذٰلِكَ الْيَوْمِ فَمَصْرَفُهَا الْفُقَرَآءُ وَالْوِلَايَةُ فِي الصَّرْفِ لِمَنْ عَلَيْهِ الْفِطْرَةُ۔ وَلَمْ يُرِدْ مَا يَدُلُّ عَلٰى أَنَّ الْوِلَايَةَ لِلْإِمَامِ، وَلَا يَصِحُّ التَّمَسُّكُ بِعُمُوْمِ ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ الآية۔ وَإِلَّا لَزِمَ أَنَّ صَدَقَةَ الْمُتَطَوِّعِ يَكُوْنُ مَصْرَفُهَا الثَّمَانِيَةُ وَأَنَّ الْوِلَايَةَ فِيْهَا لِلْإِمَامِ وَلَا قَائِلَ بِذٰلِكَ ۔" [السيل الجرار: ٢/ ٨٦، ط: دارالكتب العلمية بيروت: ١٤٠٥ھ]

''یہ زکوٰۃ فطر روزے دار کے روزے کو بے ہودہ گوئی اور فحش کلامی سے پاک کرنے اور اس دن فقراء کو غنی کرنے کے لیے خاص کی گئی ہے۔ پس اس کا مصرف فقرآء ہیں اور صدقہ فطر کو ادا کرنے کی ولایت (ذمہ داری) اسی پر ہے جس پر یہ لازم ہے اور (قرآن وسنت) میں کوئی ایسی دلیل وارد نہیں ہوئی جو

دلالت کرے کہ (صدقہ فطر) میں ولایت امام کے لیے ہے۔
اور ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ﴾ والی آیت کے عموم سے دلیل پکڑنا صحیح نہیں، وگرنہ لازم آئے گا کہ نفلی صدقہ کا مصرف بھی آٹھ قسمیں ہیں (جو قرآن میں مذکور ہیں) اور نفلی صدقہ میں ولایت بھی امام کے لیے ثابت ہے حالاں کہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔''

④......فقہ السنہ میں علامہ سید سابق نے لکھا تھا کہ صدقہ فطر کا مصرف زکوٰۃ کا مصرف ہے یعنی صدقہ فطر کو آٹھ اقسام پر تقسیم کیا جائے گا جو ﴿إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَآءِ [التوبة: ٦٠]﴾ میں مذکور ہیں۔ اس پر شیخ ناصر الدین البانی ؒ نے یوں تبصرہ کیا ہے۔

"قُلْتُ: لَيْسَ فِي السُّنَّةِ الْعَمَلِيَّةِ مَا يَشْهَدُ لِهٰذَا التَّوْزِيعِ، بَلْ قَوْلُهُ ﷺ فِي حَدِيثِ ابْنِ عَبَّاسٍ: "...... وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ" ؛ يُفِيدُ حَصْرَهَا بِالْمَسَاكِينِ، وَالْآيَةُ إِنَّمَا هِيَ فِي صَدَقَاتِ الْأَمْوَالِ، لَا صَدَقَةِ الْفِطْرِ، بِدَلِيلِ مَا قَبْلَهَا، وَهُوَ قَوْلُهُ تَعَالٰى: (وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا)، وَهٰذَا هُوَ اخْتِيَارُ شَيْخِ الْإِسْلَامِ ابْنِ تَيْمِيَةَ، وَلَهُ فِي ذٰلِكَ فَتْوٰى مُفِيدَةٌ ۔" [ج:٣، ص:٨١-٨٤ من الفتاوىٰ۔ تمام المنة، ص:٣٨٧، ط: دار الراية، الرياض: ١٤٢٦هـ]

''میں کہتا ہوں: عملی سنت میں کوئی ایسی دلیل نہیں ہے جو اس (مذکور) تقسیم کی گواہی دیتی ہو بلکہ سیدنا ابن عباس ؓ کی حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمان ''طعمۃ للمساکین'' مساکین کے ساتھ صدقہ فطر کے حصر (خاص ہونے کا) فائدہ دے رہا ہے۔ اور آیت مبارکہ اموال کے صدقات کے بارے میں ہے، صدقہ فطر کے بارے نہیں ہے۔ اس کی دلیل اس سے پہلے والی آیت ﴿وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمِزُكَ فِي الصَّدَقَاتِ﴾ ہے۔ اور ان میں وہ بھی ہیں جو اموال کے صدقات کی تقسیم کے بارے میں آپ ﷺ پر عیب لگاتے ہیں اگر انھیں اس میں سے مل جائے تو خوش ہیں۔'' الخ

اور اسی (موقف) کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ ؒ نے اختیار کیا ہے۔ اس بارے شیخ موصوف کا فتاویٰ ابن تیمیہ [٢/٨١-٨٤] میں مفید فتویٰ بھی ہے۔

⑤......مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی ؒ کے تلمیذ رشید مولانا عبدالتواب محدث ملتانی ؒ نے بھی صدقہ فطر کو مساکین اور فقرآء کے ساتھ خاص کیا ہے۔ محدث ملتانی ؒ لکھتے ہیں:

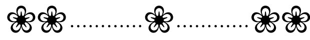
''اور یہ فطرانہ حق ہے خاص مساکین اور فقرآء کا۔'' [ملاحظہ ہو: مترجم بلوغ المرام، ص:٢٠٨، ناشر: فاروقی کتب خانہ ملتان: ١٩٩٧ء]

⑥......حافظ عبدالسلام بن محمد ﷾ صدقہ فطر کے مصرف کے بارے رقم طراز ہیں: ''جیسا کہ [حدیث:١] میں گزرا ہے: "زَكَاةَ الْفِطْرِ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِينِ" ہے۔ اس لیے یہ مساکین میں ہی تقسیم کرنا چاہیے۔

[ملاحظہ ہو: احکام زکاۃ وعشر وصدقہ فطر، ص:٥٧، ط: دار الاندلس لاہور: ٢٠٠١ء]

⑦......حافظ صلاح الدین یوسف ﷾ صدقہ فطر کا مصرف یوں واضح کرتے ہیں: ''صدقہ فطر کے اصل مستحق صرف غرباء و مساکین ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے۔ اس لیے مقامی اور اہل محلّہ فقراء و یتامیٰ اور مساکین ہی کو یہ صدقہ دیا جائے گا۔'' [ملاحظہ ہو: زکوٰۃ، عشر اور صدقۃ الفطر: ١٢٢، ط: دار السلام لاہور: ٢٠٠١ء]

رسول اکرم ﷺ کے فرمان مبارک اور علمائے کرام کی تصریحات سے یہ بات واضح ہوئی کہ صدقہ فطر کے اصل مستحق مساکین و غرباء ہیں۔ لہٰذا انہی حضرات کو صدقہ فطر دیا جائے اور صدقہ فطر کو زکوٰۃ کے آٹھ مصارف پر محمول کرنا غلط ہے۔



احکام و مسائل

عیـــد الـــفـطـر

مولانا محمد امین اثری

عیدالفطر کی حیثیت:

رمضان المبارک کے پورے مہینے کے روزے رکھ چکنے کے معنی اللہ کی بندگی کے ایک دشوار فریضے کو ادا کر لینے کے ہیں۔ ایسے موقع پر آدمی کے دل میں، ایک انسان ہونے کی حیثیت سے خوشی کے جذبات کا، اور مومن ہونے کی حیثیت سے شکر و سپاس کے جذبات کا پیدا ہونا بالکل فطری بات ہے۔ اسی فطری جذبے کا مظہر ہے جسے عیدالفطر کہا جاتا ہے۔ یہ عید اس لیے مشروع فرمائی گئی ہے تاکہ مومن روزے کے فرض ادا کر لینے پر اپنی روح کی مسرت کا اظہار کرے۔

دوسری طرف اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرے کہ اس نے اپنی بندگی کا ایک اہم فریضہ ادا کرنے کی اسے توفیق بخشی۔ معلوم ہوا کہ اسلام میں تیوہار کی نوعیت دوسری قوموں کے تیوہاروں سے بنیادی طور پر مختلف ہے۔ یہاں عید کا جشن کسی دنیوی مقصد کے حاصل ہو جانے کی یاد میں نہیں منایا جاتا بلکہ ایک فریضہ عبادت کے ادا کر لینے اور اخروی فلاح کا مستحق ہو جانے کی خوشی میں منایا جاتا ہے۔

عید کی رات کی عبادت:

عید اور بقرعید کی راتیں شرف اور بزرگی کی راتیں ہیں۔ ان میں بھی جاگنے اور عبادت کرنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے:

" مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ ـ" [ابن ماجه]

"جس نے اللہ تعالیٰ کے ثواب کی خاطر دونوں عیدوں کی راتوں میں عبادت کی اس کا دل اس دن نہ مرے گا جس دن بہت سے دل مردہ ہو رہیں گے۔"

یعنی قیامت کے دن جب کہ لوگوں پر بے حد سختیاں اور دہشتیں ہوں گی اور لوگ حواس باختہ ہو جائیں گے اس دن اس کا دل بالکل بے خوف اور مطمئن ہوگا۔

عید کے دن کی سنتیں:

عید کے دن ان کاموں کا کرنا مسنون ہے:

① ...... غسل کرنا، چناں چہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ "وہ عیدگاہ جانے سے پہلے غسل کیا کرتے تھے۔"

[موطا امام مالک رحمہ اللہ]

اسی طرح ابورافع بن عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ سے مروی ہے کہ "آنحضرت ﷺ عید کے دن غسل فرمایا کرتے تھے۔" [بزار]

② ...... عمدہ کپڑے پہننا، حاکم کی روایت ہے کہ "آنحضرت ﷺ نے عیدین کے موقع پر حسب توفیق اچھے سے اچھے کپڑے پہننے کی ہدایت فرمائی ہے۔" چناں چہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ جس کا اتباع سنت مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ عیدین میں بہترین کپڑے زیب تن فرمایا کرتے تھے۔ [فتح الباری بحوالہ بیہقی وابن ابی الدنیا]

③ ...... خوشبو استعمال کرنا، حاکم کی مذکورہ بالا حدیث میں یہ ہدایت بھی موجود ہے کہ "عیدین کے موقع پر حسب توفیق اچھی سے اچھی خوشبو استعمال کرلینی چاہیے۔"

④ ...... عیدگاہ جاتے ہوئے بلند آواز سے تکبیر کہنا۔ آیت قرآنی کے الفاظ ﴿ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدَاكُمْ ﴾ یعنی "تاکہ اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو، اس کی ہدایت بخشی پر۔" کا تقاضا علماء نے یہ بھی قرار دیا ہے کہ عید کے دن بہ آواز بلند تکبیریں کہی جائیں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے

بھی اس عمل کا مختلف روایتوں میں ثبوت موجود ہے جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں مروی ہے کہ ''یہ حضرات عیدگاہ جاتے وقت تکبیریں کہا کرتے تھے۔''اس تکبیر کے الفاظ یہ ہیں:

'' اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ ۔'' [دار قطنی]

⑤......عیدگاہ پیدل جانا، حضرت علی رضی اللہ عنہ وضاحت سے فرماتے ہیں کہ ''سنت یہ ہے کہ تم عیدگاہ پیدل جاؤ۔'' [ترمذی]

⑥......عیدگاہ ایک راستے سے جانا اور دوسرے سے واپس آنا۔ ترمذی، احمد اور ابن حبان کی حدیث میں ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ جب عیدگاہ کسی راستے سے جاتے واپسی دوسرے راستے سے فرماتے۔''اس طرز عمل کی بہت سی حکمتیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سب سے نمایاں حکمت اسلام کی شوکت اور قوت کے مظاہرے کی ہے۔

⑦......طاق کھجوریں یا چھوارے کھا کر یا پھر کوئی میٹھی چیز کھا کر عیدگاہ جانا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''آنحضرت ﷺ عیدالفطر کی صبح کو بغیر کھجوریں کھائے عیدگاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے۔''

[بخاری، کتاب العیدین]

عیدگاہ:

عیدگاہ سے وہ جگہ مراد ہے جہاں عیدین کی نماز ادا کی جاتی ہے۔ عیدگاہ کے لیے پختہ عمارت اور منبر ومحراب ضروری نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین کے زمانے میں عید کی نماز مدینے کے مشرقی جانب آبادی سے باہر میدان میں پڑھی جاتی تھی۔ امام ابن قیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں عیدگاہ کھلی فضا میں تھی نہ اس پر کوئی عمارت تھی اور نہ ہی چار دیواری۔ عیدگاہ میں کوئی منبر بھی نہ تھا۔ آپ ﷺ زمین پر کھڑے ہو کر خطبہ دیتے تھے، جو عام سطح سے تھوڑی اٹھی ہوئی تھی۔ مسجد سے باہر کبھی منبر نہیں نکالا گیا تھا، سب سے پہلے جس نے منبر مسجد سے باہر نکالا وہ مروان بن الحکم تھا اور اسی کے عہد امارت میں مدینے میں کثیر بن الصلت نے گارے اور مٹی سے منبر تیار کیا۔'' [زاد المعاد، ج:۱، ص:۲۵۰۔۲۵۴]

عید کی نماز کے لیے پختہ مساجد تعمیر کرنا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔ آبادی سے باہر کھلے میدان میں نماز ادا کرنا افضل ہے۔ لیکن موسم کی خرابی یا دشمن کے حملہ کا خدشہ ہو اور آبادی سے باہر جانا ممکن نہ ہو تو شہر کی جامع مسجد میں عید کی نماز ادا کی جائے۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''ایک بار بارش کے باعث رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں عید کی نماز پڑھائی اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے ساتھ مسجد میں نماز ادا کی۔'' [سنن ابی داؤد وابن ماجہ]

عیدگاہ میں عورتوں کی حاضری:

عورتوں کا بھی عیدگاہ جانا سنت ہے، خواہ وہ کسی عمر کی ہوں، شادی شدہ ہوں یا غیر شادی شدہ، جوان ہوں یا ادھیڑ یا بوڑھی۔ اتنا ہی نہیں، بلکہ ایسی عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہیے جو طہر کی حالت میں نہ ہوں۔ چناں چہ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کی طرف سے ہم کو حکم ہوتا تھا کہ ہم عید کے دن عیدگاہ جائیں، یہاں تک کہ پردے والی دوشیزاؤں کو بھی لے جائیں، اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ ایام والی عورتوں کو بھی ساتھ لے جائیں۔ پس عورتیں عیدگاہ میں مردوں کے پیچھے رہتی تھیں، ان کی تکبیر کے ساتھ تکبیریں کہتیں اور ان کی دعا میں شریک ہوتیں اس امید کے ساتھ کہ اس مبارک دن کی برکت اور اس کی پاکیزگی سے فیض یاب ہوں گی۔'' [بخاری، کتاب العیدین]

ایک اور حدیث میں یہ وضاحت ہے کہ ''عیدگاہ ایام والی عورتیں بھی جائیں۔ مگر وہ نماز کی جگہ سے علیحدہ رہ کر صرف دوسرے امور خیر اور دعا میں شرکت کریں۔'' [بخاری، کتاب العیدین]

پھر اسی حدیث میں یہ بھی مذکور ہے کہ ''ایک خاتون نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ اگر عیدگاہ جانے کے لیے کسی عورت کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کی مسلمان بہن اس کو اپنی چادر میں لے جائے۔'' [بخاری]

علمائے احناف کا خیال ہے کہ چوں کہ یہ اخلاقی خرابیوں اور فتنوں کا زمانہ ہے اس لیے اب عورتوں کا بالخصوص جوان عورتوں کا عیدگاہ جانا نامناسب اور مکروہ ہے۔ لیکن احادیث اس رائے کی موافقت نہیں

کرتیں، اس لیے صحیح بات یہی ہے کہ عورتوں کو بھی عیدگاہ جانا چاہیے، ہاں یہ ضرور ہے کہ پردے کے پورے اہتمام کے ساتھ ہی جانا چاہیے۔ نہ تو کپڑوں پر کوئی خوشبو لگی ہو، اور نہ جسم پر کوئی بجنے والا زیور یا سامان آرائش ہو جو کہ کسی فتنے کا سبب بن سکے۔

عید کی نماز اور اس کا وقت:

عیدین کی نماز امام شافعی رحمہ اللہ اور علمائے جمہور کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔ ابوسعید اصطخری شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک فرض کفایہ اور ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک واجب ہے۔ [بخاری]

نبی ﷺ نے اسلام کے شروع زمانہ سے لے کر زمانہ وفات تک کبھی عیدین کی نمازیں ترک نہیں کیں۔ آپ ﷺ کے بعد خلفائے اربعہ اور تابعین اور تبع تابعین سے بھی اس کا ترک کرنا ثابت نہیں ہے۔ بلکہ جمعہ کے روز اگر کوئی عید آ پڑتی تو جناب رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ نماز عید تو ادا فرماتے اور نماز جمعہ کی رخصت دیتے کہ چاہیں پڑھیں یا نہ پڑھیں مگر خود جمعہ بھی ترک نہ کرتے۔ چوں کہ عید کی نماز کی وجہ سے آپ ﷺ نے جمعہ کی نماز نہ پڑھنے کی اجازت دی تھی، اس لیے محققین علماء فرماتے ہیں عیدین کی نمازیں مسلمانوں پر فرض ہیں، اور ام عطیہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کے ظاہری لفظوں سے بھی اس کی فرضیت ہی ثابت ہوتی ہے۔

جب آفتاب طلوع ہو کر روشنی پھیل جائے تو عید کی نماز کا اوّل وقت ہو گیا یعنی اشراق کا وقت نماز عید کا اوّل وقت ہے اور سورج ڈھلنے سے پہلے تک اس کا وقت باقی رہتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ عید الفطر کی نماز قدرے تاخیر سے اور عید الاضحیٰ کی نماز قدرے جلدی پڑھا کرتے تھے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما اتباع سنت میں اس قدر شدید تھے کہ سورج طلوع ہونے سے قبل گھر سے باہر نہ نکلتے۔ [زادالمعاد، ج:۱،ص:۲۵۱]

عبداللہ بن بسر بیان کرتے ہیں:

"اِنْ كُنَّا فَرَغْنَا فِيْ هٰذِهِ السَّاعَةِ وَذَالِكَ حِيْنَ التَّسْبِيْحِ ـ" [بخاری]

"یعنی ہم اشراق کے وقت عید کی نماز پڑھ کر فارغ ہو جایا کرتے تھے۔"

عیدین کی نماز کے لیے نہ اذان ہے اور نہ اقامت۔ عطاء نے ابن عباس اور جابر بن عبداللہ کے حوالے سے بیان کیا ہے:

"لَمْ يَكُنْ يُؤَذَّن يوم الفطر ولا يَوْمُ الْاَضْحٰى ـ"

[بخاری]

یعنی "اذان نہ تو عید الفطر میں دی جاتی تھی اور نہ عید الاضحیٰ میں۔"

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی "صحیح" میں عید کے دن اذان و اقامت نہ ہونے کے بارے میں یوں باب مقرر فرمایا ہے:

اَلْمَشْيُ وَالرُّكُوْبُ اِلَى الْعِيْدِ بِغَيْرِ اَذَانٍ وَلَا اِقَامَةٍ ـ

[بخاری کتاب العیدین]

نماز عید سے پہلے یا بعد کو عیدگاہ میں کوئی سنت یا نفل پڑھنے کا ثبوت نہیں ہے، اس لیے وہاں کوئی ایسی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

"اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَرَجَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى رَكْعَتَيْنِ لَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا وَمَعَهٗ بِلَالٌ ـ" [بخاری، کتاب العیدین]

"رسول اللہ ﷺ عید الفطر کے دن نکلے اور دو رکعت نماز اس طرح پڑھی کہ نہ تو اس سے پہلے کوئی نماز پڑھی اور نہ بعد میں اور آپ کے ساتھ حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھے۔"

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "عیدگاہ میں رسول اللہ ﷺ کوئی سنت وغیرہ نہیں پڑھتے تھے۔ اور نہ ہی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین عیدگاہ میں نماز عید سے قبل یا بعد میں کوئی نماز پڑھتے تھے۔"

[زادالمعاد، ج:۱،ص:۲۵۱]

ہاں جس شخص کی نماز عید فوت ہو گئی ہو وہ دو رکعتیں پڑھ لے۔ حضرت عطاء فرماتے ہیں:

"اِذَا فَاتَهُ الْعِيْدُ صَلّٰى رَكْعَتَيْنِ ـ" [بخاری، کتاب العیدین]

یعنی جس کسی کی نماز عید فوت ہو جائے تو وہ دو رکعتیں پڑھ لے۔

اگر کوئی شخص نماز عید کی ایک رکعت بھی پا لے تو اسے عید کی فضیلت اور نماز عید کا ثواب مل جائے گا۔ یہ شخص امام کے سلام پھیرنے کے بعد دوسری رکعت پڑھ لے۔[صحیحین]

جسے نماز عید نہ ملے وہ اکیلا بھی دو رکعت ادا کر سکتا ہے۔ اگر دو تین یا زیادہ افراد جمع ہوں، مرد ہوں یا عورتیں تو انہیں جماعت سے دو رکعتیں ادا کر لینی درست ہیں۔ اس صورت میں خطبہ کی ضرورت نہیں ہے۔

[بخاری]

جو لوگ شہر سے دور گاؤں میں رہتے ہیں اگر وہ نماز عید کے لیے شہر میں آئیں تو بہتر، ورنہ وہیں لوگوں کو جمع کر کے شہر والوں کی طرح نماز، خطبہ اور عید کی تکبیر ادا کریں۔ خواہ ایک ہی گھر کے مرد، عورتیں اور بچے ہوں یا اور بھی لوگ شریک ہو جائیں۔ نابالغ بچوں کو عید گاہ لے جانا جائز ہے۔ عید گاہ پیدل جانا مناسب ہے۔[بخاری]

رسول اللہ ﷺ کی نماز کی کیفیت:

وضو کر کے قبلہ کی طرف منہ کر کے دل میں نیت کرنے کے بعد اللہ اکبر کہتا ہوا رفع الیدین کر کے سینے پر ہاتھ باندھ لے اور ''اللھم باعد'' الخ یا کوئی اور شروع کی دعا پڑھ کر قراءت سے پہلے ٹھہر ٹھہر کر سات تکبیریں اور کہے۔ ہر تکبیر پر رفع الیدین کرتا جائے اور ہر تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیا کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ ہر تکبیر پر رفع الیدین کرتے تھے۔ پھر امام اونچی آواز سے اور مقتدی آہستہ سورہ فاتحہ پڑھیں۔ اس کے بعد امام اونچی آواز سے قراءت پڑھے اور مقتدی خاموشی سے سنیں، بہتر یہی ہے کہ سورہ ق اور سورہ قمر یا سورہ اعلیٰ اور سورہ غاشیہ پڑھے۔ پہلی رکعت پوری کر کے جب دوسری رکعت کے لیے کھڑا ہو تو قراءت سے شروع کرنے سے پہلے قیام کی تکبیر کے سوا ٹھہر ٹھہر کر پانچ تکبیریں اور کہے۔ ان تکبیروں میں بھی رفع الیدین کرتا جائے اور ہر تکبیر کے بعد ہاتھ باندھ لیا کرے اور حسب دستور رکوع، سجدہ اور قعدہ کر کے سلام پھیر دے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے کثیر بن عبداللہ بن عمرو بن عوف رضی اللہ عنہم سے روایت کی ہے:

"اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِي الْعِيْدَيْنِ فِي الْاُوْلٰى سَبْعًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ وَفِي الْاٰخِرَةِ خَمْسًا قَبْلَ الْقِرَاءَةِ۔" [ترمذی]

''رسول اللہ ﷺ عیدین کی پہلی رکعت میں سات تکبیریں قرأت سے قبل اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیریں قراءت سے قبل کہتے تھے۔''

کثیر بن عبداللہ بن عمرو کی اس حدیث کے متعلق امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث کے برابر کوئی چیز نہیں ہے۔'' [مسند احمد]

امام ترمذی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی صحت بیان کی ہے اور اس کو حسن بتایا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں نے محمد یعنی امام بخاری رحمہ اللہ سے اس حدیث کی بابت پوچھا تو انہوں نے فرمایا: ''اس باب میں اس سے زیادہ صحیح کوئی دوسری چیز نہیں ہے۔ اس کے ساتھ میں یہ بھی کہتا ہوں کہ عبداللہ بن عبدالرحمٰن الطائفی کی عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ والی حدیث بھی اس باب میں صحیح ہے۔''

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک حدیث روایت کر کے بتایا ہے کہ عیدین کی نماز میں بارہ تکبیریں ہیں۔ سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں۔

"اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَبَّرَ فِيْ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ تَكْبِيْرَةً سَبْعًا فِي الْاُوْلٰى وَخَمْسًا فِي الْاٰخِرَةِ وَلَمْ يُصَلِّ قَبْلَهَا وَلَا بَعْدَهَا۔"

یعنی ''رسول اللہ ﷺ عید میں بارہ تکبیریں کہتے تھے۔ سات پہلی رکعت میں اور پانچ دوسری رکعت میں اور آپ عید سے قبل یا بعد کوئی نماز نہیں پڑھتے تھے۔'' آخر میں امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''میں اسی طرف گیا ہوں'' یعنی یہی میرا مسلک ہے۔[مسند احمد]

عید کا خطبہ:

عید کی نماز سے فراغت کے بعد عید کا خطبہ سننا مسنون ہے۔ لوگوں کو چاہیے کہ نماز کے بعد اپنی جگہوں پر سکون سے بیٹھے رہیں اور امام لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر خطبہ دے۔ اس کے بعد عورتوں کی طرف

جائے اورانہیں بھی وعظ ونصیحت کرے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا معمول تھا۔ حضرت عطاء نے حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت کی ہے کہ

" قَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْفِطْرِ فَصَلّٰى فَبَدَأَ بِالصَّلٰوةِ ثُمَّ خَطَبَ فَلَمَّا فَرَغَ نَزَلَ فَاَتَى النِّسَآءَ فَذَكَّرَهُنَّ ۔"

''رسول اللہ ﷺ عیدالفطر کے دن کھڑے ہوئے اورنماز ادا کی۔ پھر خطبہ ارشاد فرمایا جب فارغ ہوئے تو نیچے اتر کر عورتوں کے پاس تشریف لائے اورانہیں نصیحت فرمائی۔''

امام بخاری نے اپنی صحیح میں "مَوْعِظَةُ الْاِمَامِ النِّسَآءَ يَوْمَ الْعِيْدِ" یعنی ''امام کا عید کے دن عورتوں کو نصیحت کرنا۔'' کے عنوان سے ایک باب بھی مقرر کیا ہے۔ امام مسلم ؒ اور دوسرے اصحاب سنن نے بھی عید کے دن عورتوں کو امام کی نصیحت کرنے کے متعلق احادیث اپنی کتب میں روایت کی ہیں۔

خطبہ کے دوران سامعین کو خطیب سے سوال کرنے یا کوئی مسئلہ پوچھنے کی اجازت ہے۔ جیسا کہ براء بن عازب نے ایک حدیث میں روایت کیا ہے۔[بخاری، کتاب العیدین، باب کلام الامام والناس فی خطبته العید واذا سئل الامام عن شیئی وهو یخطب]

نماز عید سے قبل خطبہ دینا غیر مسنون ہے۔ رسول اللہ ﷺ، خلفائے راشدین اورصحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی عمل رہا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

شَهِدْتُ الْعِيْدَ مَعَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَكُلُّهُمْ كَانُوْا يُصَلُّوْنَ قَبْلَ الْخُطْبَةِ ۔" [بخاری]

''میں عید کی نماز میں رسول اللہ ﷺ، ابوبکر وعمر وعثمان رضی اللہ عنہم کے ساتھ شریک رہا ہوں یہ سب حضرات خطبہ سے پہلے نماز ادا کرتے تھے۔''

اسی طرح ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما عید کی نماز خطبہ دینے سے قبل ادا کرتے تھے۔'' [بخاری]

جس شخص نے نماز عید کے بعد خطبہ دینے کی سنت کو سب سے پہلے بدلا وہ مدینہ کا حاکم مروان بن الحکم تھا۔ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ

فَاِذَا مَرْوَانُ يُرِيْدُ اَنْ يَرْتَقِيَهُ قَبْلَ اَنْ يُصَلِّيَ فَجَبَذْتُ بِثَوْبِهِ فَجَبَذَنِيْ فَارْتَفَعَ فَخَطَبَ قَبْلَ الصَّلٰوةِ فَقُلْتُ لَهُ غَيَّرْتُمْ وَاللّٰهِ فَقَالَ اَبَا سَعِيْدٍ قَدْ ذَهَبَ مَا تَعْلَمُ فَقُلْتُ مَا اَعْلَمُ وَاللّٰهِ خَيْرٌ مِّمَّا لَا اَعْلَمُ فَقَالَ اِنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَجْلِسُوْنَ لَنَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَجَعَلْتُهَا قَبْلَ الصَّلٰوةِ ۔" [بخاری]

''نماز سے قبل جب مروان نے منبر پر جانے کا ارادہ کیا تو میں نے اس کا کپڑا پکڑ کر کھینچا اور وہ مجھے کھینچ کر منبر پر چڑھ گیا اور اس نے نماز سے قبل خطبہ پڑھا۔ میں نے کہا واللہ تم نے سنت نبوی ﷺ کو بدل ڈالا۔ مروان بولا وہ گزر چکا جو تم جانتے ہو۔ میں نے کہا بخدا وہ چیز بدرجہا بہتر ہے جو میں جانتا ہوں اس سے کہ جسے میں نہیں جانتا۔ مروان نے کہا نماز کے بعد لوگ ہماری بات سننے کو آمادہ نہیں ہوتے، اس لیے میں نے نماز سے پہلے خطبہ دیا۔''

عید کے خطبہ کے دوران رسول اللہ ﷺ وعظ ونصیحت فرماتے، جن چیزوں سے روکنا ہوتا ان سے منع فرماتے، جن چیزوں کا حکم دینا ہوتا ان کا حکم فرماتے اور خطبہ کے درمیان کثرت سے تکبیر پڑھتے۔ نبی ﷺ کے موذن سعد القرظ فرماتے ہیں:

" اِنَّهُ كَانَ يُكَبِّرُ التَّكْبِيْرَ اَضْعَافَ الْخُطْبَةِ وَيُكْثِرُ التَّكْبِيْرَ فِيْ خُطْبَتَيِ الْعِيْدَيْنِ ۔" [ابن ماجه]

''بے شک رسول اللہ ﷺ بکثرت تکبیر کہا کرتے تھے۔''

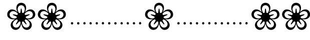
عید کے دن کی دعا:

رسول اللہ ﷺ عید کے دن اس دعا کو پڑھا کرتے تھے:

" اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ عِيْشَةً نَّقِيَّةً وَّمَيْتَةً سَوِيَّةً وَمَرَدًّى

غَيْرَ مَخْزِيٍّ وَّلَا فَاضِحٍ ۔ اَللّٰهُمَّ لَا تُهْلِكْنَا فُجَاءَةً وَّلَا تَأْخُذْنَا بَغْتَةً وَّلَا تَعْجَلْ عَنْ حَقٍّ وَّلَا وَصِيَّةٍ ۔ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفَافَ وَالْغِنَا وَالْبَقَآءَ وَالْهُدٰى وَحُسْنَ عَاقِبَةِ الْاٰخِرَةِ وَالدُّنْيَا وَنَعُوْذُبِكَ مِنَ الشَّكِّ وَالشِّقَاقِ وَالرِّيَآءِ وَالسُّمْعَةِ فِيْ دِيْنِكَ يَا مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ۔ " [طبرانی]

''اے اللہ! ہم تجھ سے پاک وصاف زندگی اور ایسی ہی عمدہ موت طلب کرتے ہیں۔اے اللہ! ہمارا لوٹنا رسوائی اور ندامت کا نہ ہو،اے میرے مولا ہمیں اچانک ہلاک نہ کر اور نہ اچانک پکڑ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم وصیت کرنے اور حق ادا کرنے سے رہ جائیں۔الٰہی ہم تجھ سے پاک دامنی،غنا،بقا،ہدایت اور دین ودنیا کی بہتری مانگتے ہیں اور تیری پناہ چاہتے ہیں، شک اور نافرمانی سے اور دین کے کاموں میں دکھاوے،سناوے سے، اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو ہدایت کے بعد ٹیڑھا نہ کر،اور اپنے پاس سے رحمت خاص عطا فرما،یقیناً تو بڑا داتا ہے۔''



عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری،ملتان

تبصرہ نگار: محمد سلیم چنیوٹی

ملتان سے ہمارے ایک دوست جناب محمد یاسین شآد صاحب ایک صاحب ایمان،دلِ دردمند کے حامل مبلغ شخصیت ہیں۔انہوں نے ایک دینی لائبریری اپنے والد مرحوم جناب عبدالرحمٰن (متوفی ۸ستمبر ۱۹۹۶ء) کے نام سے''عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری'' بنائی ہے۔اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے ایک مسجد''السلام'' اہل حدیث بھی بنوائی ہے۔اس کی تعمیری سرگرمیاں ان دنوں عروج پر ہیں۔

زیر تبصرہ کتابچہ انہوں نے اپنی مسجد''السلام'' اور عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری'' کے تعارف کے سلسلے میں شائع کیا ہے۔دعا کی فضیلت،فضائل روزہ،فضائل مساجد،رسول اللہ ﷺ کی چند وصیتیں اور تعارف مسجد ولائبریری پر مبنی چھوٹے چھوٹے مضامین درج کیے گئے ہیں۔۳۰ صفحات پر مبنی اور سفید کاغذ ہے۔احباب جماعت کے مخیّر اور صاحب دل افراد المکتبۃ عبدالرحمٰن اور مسجد السلام،ملتان کے لیے ضرور تعاون کریں۔ان کا ایڈریس درج ذیل ہے۔

(مولانا) محمد یاسین شاد،عبدالرحمٰن اسلامک لائبریری
گلشن فیض کالونی بالمقابل گورنمنٹ فارم نہر قاسم پور
ڈاک خانہ ممتاز آباد،ملتان۔فون:0301-7578681

اعلان

چودھری منیر ولد وہاب دین کمبوہ کو المجمع الانسانیہ مرکزیہ کا ناظم امور عامہ کوٹ رادھا کشن نامزد کیا گیا ہے۔

محمد ابراہیم خلیل منصور پوری
الامیر: المجمع الانسانیہ مرکزیہ کوٹ رادھا کشن،ضلع قصور

نقطۂ نظر

کیا یہ عید، عید سعید ہوگی؟

محمد سلیم چنیوٹی

اس دفعہ یعنی ۲۰۰۹ء میں رمضان المبارک ہمارے سروں پر سایہ فگن ہوا تو اگست اور ستمبر کے مہینے تھے۔ یہ دونوں مہینے پاکستان کے قیام ودفاع کی حیثیت سے بڑے اہم ہیں۔۱۴۔اگست ۱۹۴۷ء کو بھی رمضان المبارک ہی تھا کہ جب پاکستان کے حصول کے لیے بیش بہا جانی، مالی قربانیاں پیش کی گئیں۔

ہزاروں بچے ذبح، نوخیز لڑکیاں اغوا و قتل اور بے شمار خواتین کو حبس بے جا میں رکھا گیا۔کئی ایک کے پیٹوں میں سنگینیں ماری گئیں۔کئی ایک کی عزتوں کو تار تار کیا گیا۔ بڑے، بچے، بوڑھے آزادئ وطن کی خاطر بے دردی سے مارے گئے۔بچوں کو نیزے کی انی پر اچھالا گیا۔

وطن کی آزادی کی خاطر قربانیاں دینے کا ایک مقصد تھا۔ ایک نظریہ تھا۔ ایک طمانیت دلوں میں سمائی ہوئی تھی۔ وہ یہ تھی کہ ایک آزاد وطن ہوگا۔ آزاد معاشرے میں ہم سانس لیتے ہوئے اپنے قوانین کو اسلامی بنائیں گے۔ اپنے فیصلے خود مختاری اور اپنی مرضی کے مطابق کریں گے۔ مگر وطن کی آزادی تو ہمیں مل گئی۔ لیکن جوں جوں اس آزادی کو حاصل کیے ہوئے اور آزاد پاکستان کو لے کر کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس آزادی کے مقصود کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔ اس آزادی کو جشنوں میں بدل دیا گیا۔۱۴۔اگست کے دن کو بجائے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کے، اُلٹا شور وشغب اور لہو ولعب میں ڈال دیا گیا۔ ۱۹۴۷ء کے بعد دھیرے دھیرے حالات بدلتے رہے اور آج ۲۰۰۹ء تک کتنے حالات بدل چکے ہیں۔

اس آزاد وطن کو امریکی واستعماری قوتوں کے آگے بھکاری بنا دیا گیا۔ بے شمار قرضوں کے جال میں پاکستان کی آئندہ آنے والی نسلوں کو بھی جکڑ دیا گیا۔ آج آزاد پاکستان اغیار کے پنجوں میں ہے۔ اس کے بے شمار نوجوان اور خواتین استعمار کی جیلوں میں بند ہیں۔ وطن کی ایک بیٹی عافیہ صدیقی امریکی جیل میں بند ہے۔ پھر امریکیوں نے گوانتانامو بے کی بدنامِ زمانہ جیل میں مسلمانوں اور بعض پاکستانیوں کو کس بے غیرتی سے قید رکھا ہوا ہے۔

ہمارے لیڈروں اور حکمرانوں نے ڈالروں کے حصول اور ہوس زر میں مبتلا ہو کر وطن کی بیٹیوں کو اغیار کے ہاتھ فروخت کرنے سے بھی گریز نہیں کیا۔ مہنگائی کے کوڑے برسائے اور اتنے برسائے کہ اشیائے خورونوش کی قیمتیں آسمان تلک پہنچا دی گئیں۔ لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کیا گیا جس کے ذمہ دار یہ بڑے بڑے مگرمچھ قسم کے تاجر اور کارخانہ دار ہیں۔ اس بدنصیب قوم کے رہنما کہلوانے والے ہی اصل میں عوام کی خوش حالی کے دشمن بن گئے ہیں۔ العیاذ باللہ من ذلک

۱۹۴۷ء والا اگست اور آج ۲۰۰۹ء کا اگست اور رمضان المبارک کا مبارک واقدس ومقدس مہینا بھی گواہی دے رہا ہے کہ اے مسلمانانِ پاکستان تم اپنے ربّ کے ساتھ کیے گئے عہد سے پھر گئے ہو۔ اب تمہاری سزا یہی ہے کہ تم پر بے رحم اور بدعنوان حکمران مسلط کر دیئے جائیں جو تمہارے جسم سے خون کا آخری قطرہ تک بھی نچوڑ لیں گے۔

رمضان المبارک کے بعد عید کی خوشیاں آ رہی ہیں۔ رمضان المبارک کی مبارک راتوں کے قیام اور دن کے صیام کے عوض ملنے والی خوشیوں کو عید سعید کی صورت میں منانے لگیں تو ایک دفعہ تو سوچنے کی زحمت گوارا کر لیں کہ ہم کیا تھے اور کیا ہو گئے ہیں۔ یہ عید اُن لوگوں کے لیے بھی عید ہوگی جن کی بہنیں، بیٹیاں کسی ناکردہ جرم کے تحت سامراج کی جیل میں پڑی سڑ رہی ہوں گی۔ کیا یہ عید ان کے لیے بھی عید ہوگی جس کا کوئی بھائی یا بیٹا اپنے وطن سے دور اغیار کی جیل میں بند ہوگا؟ کیا یہ عید ان لوگوں کی عید بھی ہوگی جن کی جوان بیٹیوں اور بیٹوں کو لال مسجد کے صحن میں زندہ جلا دیا گیا؟ کیا ہم عید کو ''عید سعید'' کہہ سکیں گے؟ ذرا سوچیے تو سہی......!

احکام و مسائل

نفلی روزے

حافظ عمران ایوب لاہوری ﷾

شوال کے چھ روزے:

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من صام رمضان ثم أتبعه ستا من شوال فذاك كصيام الدهر ـ" [مسلم: ١١٦٤]

''جو شخص رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے بعد چھ روزے شوال کے رکھے تو یہ عمل سارا سال (روزے رکھنے) کی مانند ہوگا۔''

سارے سال کے روزوں کی مانند اس لیے کہا گیا ہے کہ کیوں کہ ایک نیکی کا بدلہ دس گنا ہوتا ہے۔ لہٰذا رمضان کے روزے دس ماہ کے برابر ہوئے اور چھ شوال کے دو ماہ کے برابر ہوئے۔ جیسا کہ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"من صام ستة أيام بعد الفطر كان تمام السنة، من جاء بالحسنة فله عشر أمثالها ـ" [صحيح ابن ماجة: ١٣٩٢]

''جس نے عیدالفطر کے بعد چھ روزے رکھے تو یہ پورے سال (کے روزوں) کی طرح ہوں گے۔ (کیوں کہ) جس نے ایک نیکی کی اس کے لیے اس کی مثل دس گنا اجر ہوگا۔''

کیا شوال کے چھ روزے رمضان کے فوراً بعد رکھنا ضروری ہے؟

یاد رہے کہ یہ چھ روزے شوال کی ابتداء میں، درمیان میں، آخر میں اور پے در پے یا الگ الگ ہر طرح جائز اور درست ہیں۔ کیوں کہ ان تمام اشیاء کی تعیین شارع علیہ السلام نے نہیں کی۔

ذوالحجہ کے پہلے نو دنوں کے روزے اور ہر ماہ کی پہلی سوموار اور جمعرات کا روزہ:

حضرت ہنیدہ بن خالد سے روایت ہے کہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی نے بیان کیا کہ

"كان رسول الله ﷺ يصوم تسع ذى الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة أيام من كل شهر: أول اثنين من الشهر والخميسين ـ" [صحيح ابوداؤد: ٢١٢٩، كتاب الصيام، باب فى صوم العشر]

''رسول اللہ ﷺ ذوالحجہ کے پہلے نو روزے، یوم عاشوراء کا روزہ اور ہر ماہ تین دن کے روزے رکھا کرتے تھے، تین دن کے روزے ہر ماہ کی ابتدائی سوموار اور پہلی دو جمعراتوں کے روزے ہیں۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"ما من أيام العمل الصالح فيها أحب إلى الله عزوجل، من هذه الأيام، يعني: أيام العشر، قالوا: يا رسول الله! ولا الجهاد فى سبيل الله؟ قال: ولا الجهاد فى سبيل الله؛ إلا رجل خرج بنفسه وماله ثم لم يرجع بشيىء من ذلك ـ" [بخارى: ٩٦٩، كتاب العيدين، باب فضل العمل فى أيام التشريق]

''حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ان دنوں 'یعنی عشرہ ذوالحجہ کے دنوں' کے نیک عمل سے زیادہ کسی

دن کے عمل میں فضیلت نہیں۔ لوگوں نے پوچھا اور جہاد میں بھی نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہاں جہاد میں بھی نہیں سوائے اس شخص کے جو اپنی جان و مال خطرہ میں ڈال کر نکلا اور ان میں سے کچھ بھی واپس نہ لایا۔ (سب کچھ اللہ کی راہ میں قربان کردیا۔)''

یوم عرفہ یعنی ذوالحجہ کی نو تاریخ کا روزہ:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

" صوم يوم عرفة يكفر سنتين ماضية ومستقبلة ۔" [أحمد: ٥/ ٢٩٦]

''عرفہ کے دن (یعنی نو ذوالحجہ) کا روزہ دو سال، ایک گزشتہ اور ایک آئندہ، کے گناہ مٹا دیتا ہے۔''

سنن ابی داؤد کی ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

" كان رسول الله يصوم تسع ذى الحجة ويوم عاشوراء وثلاثة أيام من كل شهر ۔" [صحيح أبوداؤد: ٢١٢٩، كتاب الصوم، باب فى صوم العشر: ٢٤٣٧]

''رسول اللہ ﷺ نو ذوالحجہ، یوم عاشوراء اور ہر ماہ میں تین دن روزے رکھتے تھے۔''

حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ:

میدان عرفات میں حاجیوں کے لیے نو ذوالحجہ کا روزہ مکروہ ہے۔ [نيل الأوطار: ٣/ ٢١٩]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" نهى رسول الله ﷺ عن صوم يوم عرفة بعرفات ۔" [ضعيف أبوداؤد: ٥٢٨ أيضا]

''رسول اللہ ﷺ نے میدانِ عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔''

اس کی علت وحکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ میدانِ عرفات میں روزہ رکھنے سے انسان کمزور ہو کر وہاں دعا، ذکر اور حاجیوں کے افعال سرانجام دینے سے عاجز آ سکتا ہے۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ اگر انسان دعا وغیرہ سے کمزوری و عجز محسوس نہیں کرتا تو روزہ رکھنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ [نيل الأوطار: ٣/ ٢١٩، المغنى: ٤/ ٤٤٤]

ماہِ محرم کے روزے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" أن النبى ﷺ سئل أى الصيام أفضل بعد شهر رمضان قال أفضل الصيام بعد شهر رمضان صيام شهر الله المحرم ۔" [مسلم: ١١٦٣]

''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ رمضان کے بعد کون سے روزے افضل ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ماہِ رمضان کے بعد افضل روزے اللہ تعالیٰ کے ماہِ محرم کے روزے ہیں۔''

معلوم ہوا کہ ماہِ محرم کے روزے نہایت فضیلت والے ہیں۔ لہٰذا اس ماہ میں کثرت سے روزے رکھنے چاہئیں۔ البتہ یوم عاشوراء (دس محرم) کا روزہ ان میں سب سے زیادہ مؤکد ہے۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ

" كان يوم عاشوراء يوما تصومه قريش فى الجاهلية وكان رسول الله ﷺ يصومه فلما قدم المدينة صامه وأمر الناس بصيامه فلما فرض رمضان قال: من شاء صامه ومن شاء تركه ۔" [أحمد: ٦/ ٢٩، بخارى: ١٥٩٢]

''یوم عاشوراء ایسا دن ہے کہ جاہلیت میں قریش اس کا روزہ رکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ بھی یہ روزہ رکھا کرتے تھے۔ پھر جب آپ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہ روزہ خود بھی رکھا اور لوگوں کو بھی اس کا حکم دیا۔ پھر جب رمضان فرض کر دیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: جو چاہے یہ روزہ رکھ لے اور جو چاہے چھوڑ دے۔''

یوم عاشوراء کا روزہ:

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" وصيام يوم عاشوراء أحتسب على الله أن يكفر السنة التي قبله ۔" [مسلم: ١١٦٢]

''اللہ تعالیٰ یوم عاشوراء (یعنی دس محرم) کے روزے کے عوض گزشتہ سال کے گناہ معاف فرمادیں گے۔''

یوم عاشوراء کے روزے کی ابتدا اور مقصد:

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" قدم النبي ﷺ المدينة فرأى اليهود تصوم يوم عاشوراء فقال ما هذا؟ قالوا يوم صالح، هذا يوم نجى الله بني إسرائيل من عدوهم فصامه موسى قال فأنا أحق بموسى منكم فصامه وأمر بصيامه۔"

[بخاري: ٢٠٠٤، كتاب الصوم، باب صوم يوم عاشوراء، مسلم: ١١٣٠]

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود کو دس محرم کا روزہ رکھتے ہوئے دیکھا۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس کا سبب معلوم کیا تو انہوں نے کہا یہ ایک اچھا دن ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دی تھی اس لیے موسیٰ علیہ السلام نے یہ روزہ رکھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پھر موسیٰ علیہ السلام کے ہم تم سے زیادہ مستحق ہیں چناں چہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن روزہ رکھا اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اس کا حکم دیا۔''

یوم عاشوراء کا روزہ دس محرم کو یا نو کو؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" حين صام رسول الله ﷺ يوم عاشوراء وأمر بصيامه قالوا يا رسول الله! إنه يوم تعظمه اليهود والنصارى فقال رسول الله ﷺ فإذا كان العام المقبل إن شاء الله صمنا اليوم التاسع قال فلم يات العام المقبل حتى توفى رسول الله ﷺ ۔" [مسلم: ١١٣٤]

''جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس محرم کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا تو لوگوں نے کہا یقیناً یہود و نصاریٰ اس دن کی تعظیم کرتے ہیں (اس لیے روزہ رکھتے ہیں۔) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آئندہ سال ان شاءاللہ ہم نو محرم کا روزہ رکھیں گے۔ لیکن آئندہ سال (اس دن) سے پہلے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم وفات پاگئے۔''

ایک روایت میں یہ لفظ ہیں:

" لئن بقيت إلى قابل لأصو من التاسع ۔"

[مسلم: ١١٣٤]

''اگر میں آئندہ سال تک باقی رہا (یعنی زندہ رہا) تو ضرور نو محرم کا روزہ رکھوں گا۔''

معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دس محرم کا روزہ رکھتے تھے پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نو محرم کو یہ روزہ رکھنے کا ارادہ فرمایا۔ لہٰذا یوم عاشوراہ سے مراد دس محرم ہی ہوا۔

ایک روایت میں ہے کہ

" صوموا التاسع والعاشر وخالفوا اليهود ۔" [بيهقى فى معرفة السنن والآثار: ٨٩٦٦]

''نو اور دس محرم کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو۔''

اس روایت کی وجہ سے امام شوکانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص دس محرم کا روزہ رکھنا چاہتا ہے اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ وہ نو محرم کا بھی روزہ رکھ لے۔ [السيل الجرار: ٢/ ١٤٨]

ماہِ شعبان کے روزے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

" كان رسول الله ﷺ يصوم حتى نقول لا يفطر،

ویفطر حتی نقول لا یصوم، فما رأیت رسول الله استکمل صیام شهر إلا رمضان وما رأیته فی شهر أکثر صیاما منه فی شعبان ۔" [بخاری: ۱۹۶۹، کتاب الصیام، باب صوم شعبان]

''رسول اللہ ﷺ نفل روزے رکھتے تھے تو ہم آپس میں کہتے کہ اب آپ ﷺ روزہ رکھنا چھوڑیں گے ہی نہیں۔ اور جب روزہ چھوڑ دیتے تو ہم کہتے کہ اب آپ روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔ میں نے رمضان کو چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کو کبھی پورے مہینے کا نفلی روزہ رکھتے نہیں دیکھا اور میں نے آپ ﷺ کو نہیں دیکھا کہ کسی مہینے میں آپ ﷺ نے شعبان سے زیادہ روزے رکھے ہوں۔''

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" قلت یا رسول الله! لم أرك تصوم من شهر من الشهور ما تصوم من شعبان، قال: ذاك شهر تغفل الناس فیه عنه بین رجب ورمضان، وهو شهر ترفع فیه الأعمال إلی ربّ العالمین وأحب أن یرفع عملی وأنا صائم ۔" [صحیح نسائی: ۲۲۲۱، کتاب الصیام، باب صوم النبی ﷺ بأبی هو وأمی، نسائی: ۲۳۵۹، تمام المنة، ص: ۴۱۲، صحیح الترغیب: ۱۰۰۸]

''میں نے کہا اے اللہ کے رسول ﷺ! میں نے آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے ہوئے نہیں دیکھا جتنے آپ ماہِ شعبان میں رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رجب اور رمضان کے درمیان والا مہینہ ایسا ہے کہ لوگ اس میں اس سے غافل ہیں، حالاں کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ کی طرف اعمال اٹھائے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل اس حال میں اٹھایا جائے کہ میں روزہ دار ہوں۔''

نصف شعبان کے بعد روزے رکھنا ممنوع ہے:

جس شخص کی پہلے سے روزے رکھنے کی عادت نہیں ہے وہ نصف شعبان کے بعد روزے نہ رکھے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ

" إذا انتصف شعبان فلا تصوموا ۔" [صحیح أبوداؤد: ۲۰۴۹، کتاب الصوم، باب فی کراهیة فی ذلك]

''جب نصف شعبان ہو جائے تو روزے نہ رکھو۔''

سوموار اور جمعرات کا روزہ:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

" أن النبی ﷺ کان یتحری صیام الإثنین والخمیس ۔" [صحیح ابن ماجة: ۱۴۱۴]

''نبی ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھنے کی کوشش کرتے تھے۔''

حضرت اُسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" أن النبی ﷺ کان یصوم یوم الاثنین والخمیس وسئل عن ذلك فقال: إن أعمال العباد تعرض یوم الاثنین والخمیس ۔" [صحیح أبوداؤد: ۲۱۲۸، کتاب الصوم، باب فی صوم الإثنین والخمیس]

''نبی کریم ﷺ سوموار اور جمعرات کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ آپ ﷺ سے ان دنوں کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: سوموار اور جمعرات کو بندوں کے اعمال (اللہ کے حضور) پیش کیے جاتے ہیں۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی روایت میں ہے کہ

" تعرض الأعمال کل اثنین وخمیس فأحب أن یعرض عملی وأنا صائم ۔" [صحیح ترمذی: ۵۹۶، کتاب الصوم، باب صوم یوم الإثنین والخمیس]

''ہر سوموار اور جمعرات کو اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور میں پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل پیش کیا جائے تو میں روزہ دار ہوں۔''

حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" سئل عن صوم یوم الإثنین؟ فقال: ذلك یوم

ولدت فيه وأنزل علی فيه ۔" [أحمد: ٥/ ٢٩٦، مسلم: ١١٦٢، كتاب الصيام، باب استحباب ثلاثة أيام من كل شهر......]

''نبی ﷺ سے سوموار کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: یہ ایسا دن ہے کہ جس میں میں پیدا ہوا اور جس میں مجھ پر نزول قرآن (شروع) ہوا۔''

سنن ابن ماجہ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے سوموار اور جمعرات کے روزے کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

" إن يوم الاثنين والخميس يغفر الله فيهما لكل مسلم إلا مهتجرين يقول دعهما حتى يصطلحا ۔"

[صحيح ابن ماجة: ١٤١٥، كتاب الصيام، باب صيام يوم الاثنين والخميس]

''بلاشبہ سوموار اور جمعرات کے دن اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو بخش دیتے ہیں مگر ان دو افراد کو نہیں بخشتے جو کسی معاملے پر ایک دوسرے سے قطع تعلق ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرشتوں کو حکم دیتے ہیں کہ انہیں چھوڑ دو حتی کہ یہ صلح کر لیں۔''

شوکانی: باب کی احادیث سوموار اور جمعرات کے روزے کے مستحب ہونے پر دلالت کرتی ہیں۔ [نيل الأوطار: ٣/ ٢٢٩]

ایام بیض کے روزے:

① ......حضرت ملحان قیسی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" كان رسول الله ﷺ يأمرنا أن نصوم البيض ثلاث عشرة وأربع عشرة وخمس عشرة قال وقال هن كهيئة الدهر ۔" [صحيح أبوداؤد: ٢١٣٩، كتاب الصوم، باب فی صوم الثلاث من كل شهر]

''رسول اللہ ﷺ ہمیں ایام بیض یعنی چاند کی، تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کو روزہ رکھنے کا حکم دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ ہمیشہ کے روزوں کی مانند ہیں۔''

② ......حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" كان رسول الله ﷺ لا يفطر أيام البيض فی حضر ولا سفر ۔" [حسن: الصحيحة: ٥٨٠]

''رسول اللہ ﷺ ایام بیض کے روزے نہ تو حضر میں چھوڑتے تھے اور نہ سفر میں۔''

③ ......حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

" كان رسول الله ﷺ يصوم يعنی من غرة كل شهر ثلاثة أيام ۔" [حسن: صحيح ابوداؤد: ٢١٤٠، كتاب الصيام، باب فی صوم الثلاث من كل شهر]

''رسول اللہ ﷺ ہر ماہ کے تین روشن ایام (یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ) میں روزہ رکھا کرتے تھے۔''

ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن چھوڑنا:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ

" أخبر رسول الله ﷺ أنی أقول والله لأصومن النهار ولأقومن الليل ما عشت فقلت له قد قلته بأبی أنت وأمی، قال: فإنك لا تستطيع ذلك، فصم وأفطر، وقم ونم، وصم من الشهر ثلاثة أيام فإن الحسنة بعشر أمثالها وذلك مثل صيام الدهر، قلت: إنی أطيق أفضل من ذلك، قال فصم يوما وأفطر يومين، قلت: إنی أطيق أفضل من ذلك، قال: فصم يوما وأفطر يوما فذلك صيام داود عليه السلام وهو أفضل الصيام فقلت: إنی أطيق أفضل من ذلك، فقال النبی ﷺ لا أفضل من ذلك ۔"

[بخاری: ١٩٧٦، كتاب الصوم، باب صوم الدهر، مسلم: ١١٥٩]

''رسول اللہ ﷺ تک میری یہ بات پہنچائی گئی کہ خدا کی قسم!

زندگی بھر میں دن میں روزے رکھوں گا اور ساری رات عبادت کروں گا۔ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، ہاں میں نے ایسا کہا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ لیکن تیرے اندر اس کی طاقت نہیں، اس لیے روزہ رکھ بھی اور چھوڑ بھی، اور قیام بھی کر اور سو بھی اور مہینے میں تین دن روزے رکھا کر۔ نیکیوں کا بدلہ دس گنا ملتا ہے اس طرح یہ ساری عمر کا روزہ ہو جائے گا۔ میں نے کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور دو دن روزہ چھوڑا کر۔ میں نے کہا میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر ایک دن روزہ رکھ اور ایک دن چھوڑ، یہ داؤد علیہ السلام کا روزہ ہے اور روزے کا سب سے افضل طریقہ یہی ہے۔ میں نے پھر کہا کہ میں اس سے بھی زیادہ کی طاقت رکھتا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس سے افضل کوئی روزہ نہیں۔''

ابن قدامہ رحمہ اللہ: سب سے افضل روزے یہ ہیں کہ تم ایک دن روزہ رکھو اور ایک دن چھوڑ دو۔ [المغنی لابن قدامة: ٤/ ٤٤٥]

ہفتے اور اتوار کا اکٹھا روزہ:

حضرت اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہفتے اور اتوار کو اکثر اوقات روزہ رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ

" إنهما يوما عيد للمشركين فأنا أريد أن أخالفهم۔" [صحيح: نسائی فی الكبریٰ: ٢/ ١٤٦، ٢٧٧٥]

''یہ دونوں دن مشرکوں کی عید کے دن ہیں اور میں ان کی مخالفت کرنا چاہتا ہوں۔''

نفلی روزہ انسان جب چاہے افطار کرسکتا ہے:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ

" دخل علی النبی ﷺ ذات يوم فقال: هل عندكم شيىء؟ فقلنا: لا، قال: فإني إذن صائم، ثم أتانا يوما آخر فقلنا: يا رسول الله! أهدى لنا حيس فقال: أرينيه فلقد أصبحت صائما فأكل ۔"

[مسلم: ١١٥٤، كتاب الصيام، باب جواز صوم النافلة بنية من النهار......]

''ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس آئے اور کہا کیا تمہارے پاس کوئی چیز ہے؟ ہم نے کہا ''نہیں۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں تو پھر روزہ دار ہوں۔'' پھر ایک دوسرے دن آپ ﷺ ہمارے پاس آئے تو میں نے کہا، اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمیں حلوہ بطور ہدیہ دیا گیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مجھے بھی دکھاؤ۔ بے شک میں نے روزے کی حالت میں صبح کی ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے (حلوہ) کھالیا۔''

حضرت اُمّ ہانی رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھی تھی کہ آپ ﷺ کے سامنے کوئی پینے کی چیز پیش کی گئی، آپ ﷺ نے اس سے پیا اور پھر وہ برتن مجھے پکڑا دیا۔ لہٰذا میں نے بھی اس سے پیا۔ پھر میں نے کہا کہ میں گناہ کر بیٹھی ہوں آپ میرے لیے استغفار کیجیے۔ آپ ﷺ نے دریافت کیا کہ کیا ہوا؟ انہوں نے کہا:

" كنت صائمة فأفطرت فقال أمن قضاء كنت تقضيه؟ قالت: لا، قال: فلا يضرك ۔"

''میں روزہ دار تھی اور میں نے (آپ کا جوٹھا پانی پینے کے لیے) روزہ توڑ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم کسی روزے کی قضاء دے رہی تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پھر کوئی حرج نہیں۔''

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر یہ نفل روزہ تھا تو کوئی حرج نہیں۔ [صحيح: صحيح ابوداؤد: ٢١٤٥، كتاب الصيام، باب فی الرخصة فيه]

جامع ترمذی کی روایت میں یہ لفظ ہیں کہ

" الصائم المتطوع أمير نفسه إن شاء صام وإن شاء

أفطر۔" [صحیح: صحیح ترمذی: ۷۳۲، کتاب الصیام، باب ما جاء فی إفطار الصائم المتطوع]

"نفلی روزہ رکھنے والا اپنے نفس کا مالک ہوتا ہے یعنی اگر چاہے تو روزہ مکمل کرلے اور اگر چاہے تو توڑ دے۔"

عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا جائز نہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

" لا یحل للمرأة أن تصوم وزوجها شاهد إلا بإذنه۔"

"کسی عورت کے لیے حلال نہیں کہ وہ روزہ رکھے جب کہ اس کا خاوند گھر میں ہوالا کہ شوہر اس کی اجازت دے۔"

سنن ابی داؤد کی روایت میں یہ لفظ زائد ہیں: فی غیر رمضان "رمضان کے علاوہ اور دنوں میں۔" [بخاری: ۵۱۹۵، کتاب النکاح، باب لا تأذن المرأة فی بیت زوجها لأحد إلا باذنه]

(نووی رحمہ اللہ): اس حدیث میں مذکور روزے کو نفلی اور مستحب روزے پر محمول کیا جائے گا کہ جس کے لیے کوئی خاص وقت متعین نہیں۔ اور یہ ممانعت حرمت کے لیے ہے (یعنی عورت کے لیے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا حرام ہے جب کہ شوہر عورت کے پاس موجود ہو۔)

[شرح مسلم للنووی: ٤/ ۳۵۱]

نفلی روزے کی نیت طلوع فجر سے پہلے کرنا لازم نہیں:

کیوں کہ صحیح حدیث میں موجود ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دن میں نفل روزے کی نیت کی اور روزہ رکھ لیا۔ اس لیے نفلی روزے کے لیے زوال سے پہلے نیت کر لینے سے روزہ ہوجاتا ہے۔

کیا فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھے جاسکتے ہیں؟

جس نے اپنے اوپر فرض روزوں کی قضاء سے پہلے نفل روزے رکھ لیے پھر فرض روزوں کی قضاء دی تو اس کی قضاء کفایت کر جائے گی لیکن مناسب یہ ہے کہ پہلے وہ فرض روزوں کی قضاء دے پھر نفلی روزے رکھے کیوں کہ فرض زیادہ اہم ہے۔ [فتاویٰ اللجنة الدائمة للبحوث العلمية والإفتاء: ۱۰/ ۳۸۳]

جماعتی خبریں

قاری حبیب اللہ کے لیے دعائے صحت

قاری حبیب اللہ بسمل صاحب امام جامع مسجد محمدی اہل حدیث شیخ کالونی فیصل آباد عارضہ قلب میں مبتلا ہیں۔ احباب سے دعائے صحت کی درخواست ہے۔ [عبدالشکور کاظم، فیصل آباد]

طالب علم مریض سے تعاون

ایک طالب علم محمد عمران عمر ۱۸/ ۱۹ سال کینسر کے مرض میں مبتلا ہے، والدین غریب اور مجبور ہیں۔ احباب مریض کے علاج کے سلسلے میں تعاون فرمائیں۔ مریض نشتر ہسپتال ملتان میں زیر علاج ہے۔ مریض کا نام محمد عمران ولد نذیر احمد چھینہ سکنہ بستی چھینہ تحصیل جام پور ضلع راجن پور ہے۔

[رابطہ فون: 0331-7349595، محمد اسماعیل ساجد جام پور]

تلاش گمشدہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث کوٹ رادھا کشن کے نائب امیر حافظ محمد ابراہیم کا جواں سال بیٹا عبدالجبار عمر تقریباً ۳۲ سال ذہنی توازن درست نہیں، بہرہ اور گونگا ہے۔ ۱۴ جولائی ۲۰۰۹ء سے لاپتہ ہے۔ کسی ساتھی کو علم ہو تو درج ذیل نمبر پر اطلاع کریں۔

فون: 0300-4127258-0331-4127257۔ حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی، کوٹ رادھا کشن قصور: 0301-4481583

مولانا بارک اللہ صمصام کو صدمہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث تحصیل چونیاں کے امیر مولانا بارک اللہ صمصام صاحب والدہ صاحبہ گزشتہ دنوں ستر برس کی عمر میں انتقال کر گئیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ نیک سیرت خاتون تھیں۔ ان کی نماز جنازہ قاری محمد صہیب میر محمدی نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں تمام شعبہ ہائے زندگی سے تعلق رکھنے والوں نے سینکڑوں کی تعداد میں شرکت کی۔ دعا ہے اللہ کریم مرحومہ سے درگزر فرمائیں اور ان کی حسنات جمیلہ کو شرف قبولیت سے نواز کر انھیں جنت الفردوس میں مقام دے، آمین۔ [حکیم محمد یحییٰ عزیز ڈاھروی کوٹ رادھا کشن قصور]

اعلان

عید الفطر کے موقع پر دفتر الاعتصام اور مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی لائبریری 19 ستمبر 2009ء تا 24 ستمبر 2009ء تک بند رہے گی۔ لہٰذا آئندہ شمارہ 12 اکتوبر کو شائع ہوگا۔ قارئین اور ایجنٹ حضرات نوٹ فرمالیں۔ [منیجر ہفت روزہ الاعتصام]

ہدیہ تبریک

عید الفطر کے سعید موقع پر ادارہ الاعتصام اپنے قارئین کو ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے اور دست بدعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ سب کو ایسی ہزاروں خوشیاں نصیب فرمائے، آمین۔ [ادارہ ہفت روزہ الاعتصام لاہور]

دعا مغفرت

ماہنامہ ترجمان الحدیث فیصل آباد کے مدیر مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی کے چھوٹے بھائی مولانا عبدالغفور (خطیب جامع مسجد اہل حدیث جید چک شیخوپورہ) کی اہلیہ یکم رمضان المبارک کو دماغ کی شریان پھٹنے سے اچانک وفات پا گئیں۔

مرحومہ نیک اور صالحہ خاتون تھیں۔ قارئین سے التماس ہے کہ وہ مرحومہ کی مغفرت اور ان کے لواحقین کے لیے صبر جمیل کی دعا فرمائیں۔

[محمد رمضان یوسف سلفی، فیصل آباد]

اعلانِ داخلہ

شعبہ تعلیم القرآن میں حفظ قرآن، ترجمہ قرآن اور درسِ نظامی سالِ دوم کے لیے داخلے ۵ شوال سے ۲۵ شوال تک جاری ہیں۔ تعلیم فری ہے۔ رحلیں، سپارے، قرآنِ مجید اور کتب حدیث سکول کی طرف سے دی جاتی ہیں۔ نفیس ترین ماحول میں تعلیم حاصل کرنے کی خواہش مند طالبات سرپرست کے ساتھ رابطہ کریں۔

رضیہ پروین پرنسپل، آمنہ جنت فاؤنڈیشن ماڈل سکول چونیاں، قصور

فون: 0300-4735932

تعلیمی اصلاحات، انقلابی اقدامات، تعمیر و تجدید اور غیر معمولی ترقی کے بعد

جامعۃ لاہور الاسلامیۃ (رحمانیہ) کا ایک اور تعلیمی اعزاز

امسال جامعہ کے پانچ طلبہ کا مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ

گذشتہ سال انتظامیہ جامعہ ہذا نے فیصلہ کیا کہ ہر شعبہ کے **بہترین طالب علم کو عمرہ** اور جامعہ بھر میں **مثالی طالب علم کو حج** کا انعام دیا جائے گا۔

چنانچہ گذشتہ برس جامعہ کے مختلف شعبوں سے پانچ طلبہ نے اگست ۲۰۰۸ء میں یہ انعام جیتا جس میں سے چار طلبہ نے ستمبر ۲۰۰۸ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کی، جبکہ پانچویں طالب علم اس سال عمرہ پر جارہے ہیں۔ ان طلبہ کو جامعہ نے مثالی طالب علم کی سند کے ساتھ مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ کے لئے انٹرویو دلوایا اور بعد ازاں ان کے داخلے کے لئے ہر ممکن کوشش بروئے کار لائے۔...... اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جامعہ لاہور الاسلامیہ کے گذشتہ سال کے یہ چاروں مثالی طلبہ کو مدینہ منورہ کی اسلامک یونیورسٹی نے داخلہ دے کر جامعہ کے فیصلہ کی توثیق کی ہے...... اور

۱۰ اگست ۹ئ کو مدینہ یونیورسٹی نے ان طلبہ کے داخلہ کا نوٹیفکیشن جاری کیا ہے

جبکہ امسال جامعہ ہذا سے مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ پانیوالے پانچویں طالب علم قاری سلمان محمود بڈھیمالوی ۲۰۰۷ء میں سندِ فراغت حاصل کرکے یہاں تجوید کے اُستاد کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ آپ پاکستان کے مشہور و معروف قاری بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام طلبہ کو اعلیٰ دینی تعلیم سیکھنے اور اپنے دین کی نمایاں خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

مزید اعزازات

جامعہ سے آخری سال کے ۲۴ طلبہ نے اس سال سندِ فراغت حاصل کی جن میں سے ۱۸ طلبہ پنجاب یونیورسٹی کے بی اے کا پرائیویٹ امتحان بھی دے چکے ہیں۔

مزید برآں آخری کلاس کے طالب علم **آصف جاوید** نے **پنجاب یونیورسٹی کے ایم فل / پی ایچ ڈی** کے داخلہ ٹیسٹ منعقدہ ۱۸/ جولائی ۲۰۰۹ء میں **پہلی پوزیشن حاصل کی ہے** جبکہ آخری کلاس کے **ارشد کاشمیری** نے بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے کلیہ اُصول الدین کے داخلہ ٹیسٹ میں بھی پہلی پوزیشن حاصل کی۔ علاوہ ازیں جامعہ کے چھٹی کلاس (بی اے) کے طالب علم عبدالمنان نے بی اے پنجاب یونیورسٹی کے سالانہ امتحان میں ۶۱۸ نمبر حاصل کیے اور جامعہ کی دوسری کلاس (میٹرک) کے طالب علم محمد ابراہیم نے میٹرک کے ۹۹۴ نمبر لے کر لاہور بورڈ میں اوّل پوزیشن لینے والے سے محض ۱۶ نمبر کم حاصل کیے۔ یاد رہے کہ جامعہ میں اعلیٰ دینی تعلیم کے ساتھ سکول و کالج کی لازمی عصری تعلیم روزانہ عصر تا مغرب دی جاتی ہے۔

گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی پانچ طلبہ کو حج اور عمرہ کا انعام دیا جارہا ہے، مؤرخہ ۱۱ اگست ۲۰۰۹ء کو جامعہ کے ۱۰ اساتذہ کی ۸ گھنٹے طویل نشست میں ہر پہلو سے تمام طلبہ کا جائزہ لیا گیا اور تعلیم، اخلاق، دین داری، وضع قطع، حاضری اور ہم نصابی سرگرمیوں میں ممتاز ترین طلبہ کے نام یہ ہیں:

خضر حیات ◉ حبیب الرحمٰن ◉ فواد بھٹوی ◉ عبدالرحمٰن محمدی ◉ اور عبدالماجد

ان طلبہ کو بھی حسبِ سابق عمرہ و حج کے انعام کے علاوہ مثالی طالب علم کی سند عطا کر دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان طلبہ کو بھی مدینۃ الرسول میں قائم عظیم اسلامی یونیورسٹی میں مزید اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے اور اپنے دین متین کی خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین!

دعاگو: حافظ عبدالرحمن مدنی (رئیس الجامعہ) ◈ ڈاکٹر حافظ حسن مدنی (مدیر التعلیم) ◈ ڈاکٹر حافظ حمزہ مدنی (مدیر کلیۃ القرآن) ◈ حافظ انس مدنی (مدیر کلیۃ الشریعۃ)

تزئین کائنات اور انسان

ہمارے اللہ ہم پہ تیرا یہ کتنا بڑا ہے اِحسان
کہ تو نے بنا دیا ہمیں اِک خوب صورت اِنسان

انسان بھی بنایا اور نعمتوں کے اَنبار لگا دیے تو نے
میووں اور پھلوں سے لدے بیل بوٹے اُگا دیے تو نے

شکر تیرا کسی اور مخلوق کا حصہ نہ بنایا تو نے
اشرف المخلوقات بنا کر تاج فضیلت کا پہنایا تو نے

توراحتوں سے نوازتا ہے اور دکھ دے کر بھی اپنے بندوں کو آزماتا ہے
صبر کرنے والوں کے ساتھ رہتا ہے تو ہر مشکل میں اُن کا حوصلہ بڑھاتا ہے

یہ بھی تیرا کرم ہے کہ دین اسلام پر چلنے کا شعور دیا تو نے
سینے ہمارے توحید سے لبریز کیے اور شرک کی لعنت سے دور کیا تو نے

ہم گم کردہ راہ تھے صراطِ مستقیم پر چلا دیا تو نے
اِک راہبر کاملؐ بھیج کر صحیح سمت پر لگا دیا تو نے

کتاب ہمیں وہ دی جو مکمل ضابطہ حیات ہے
جو درسِ ہدیٰ سے لبریز ہے انسانیت کے لیے پیامِ نجات ہے

سبزہ اُگا کر بنجر زمین کو رعنائی بخشی تو نے
پہاڑوں کو اِس پر ثبت کر کے توانائی بخشی تو نے

سمندر بنائے تو نے پہاڑوں سے دریا بھی بہا دیے
تفریحِ طبع انسان کے لیے ہر طرف سبزے اُگا دیے

آسمان کو چھت بنا کر چاند ستاروں سے سجایا اِس کو
اپنی قدرتِ کاملہ سے بغیر ستونوں کے ٹکایا اِس کو

رات بنا دی تو نے اپنے بندوں کو آرام پہنچانے کے لیے
دن بھر کی تکان اور کلفت ذہن کو مٹانے کے لیے

گلشن کھلا کر تو نے فضا کو اور بھی حسین بنا دیا
گلہائے رنگا رنگ سے صحن گلشن کو مہکا دیا

کائنات کو تو نے حسن دیا اپنے بندوں کی دلجوئی کے لیے
دنیا کو رونق دوام بخشی صرف انہی کی اشک شوئی کے لیے

یہ سب رنگینی و رعنائی محض اس بات کا اظہار ہے
ہمارے اللہ واقعی تجھے اپنے بندوں سے بڑا پیار ہے

[محمد اسحاق عابر]